Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

• فن :- ناول

• فنکار :- جان محمد آزاد

• طابع :- جے کے آفسیٹ پرنٹرز دہلی

• خطاط :- ثناء اللہ میر

• سرورق :- شجاع سلطان

• طبع اول :- ۸۴-۱۹۸۵ء

• ناشر :- اردو مرکز متصل مجاہد منزل سرینگر

• قیمت :- ۳۳ روپے

• تعداد :- ایک ہزار

میں ریاست جموں و کشمیر کی کلچرل اکیڈیمی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے مالی معاونت فرما کر اس ناول کے اشاعتی کام میں میری مدد کی۔

جان محمد آزاد

اس ناول کے تمام کردار، مقامات اور واقعات
فرضی ہیں۔ کسی واقعہ، شخص یا مقام سے
مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کیلئے
مصنف پبلیشر پر کوئی ذمہ داری
عاید نہیں ہوتی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

انتساب

کشمیریوں کے نوا ہائے

جگر سوز کے ساز

کو چھیڑنے والے

مسیحا

کے نام!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میں تیرے چاند کی کھیتی میں گہر بوتا ہوں
چھپ کے انسانوں سے مانندِ سحر روتا ہوں
دن کی شورش میں نکلتے ہوئے شرماتے ہیں
عزلتِ شب میں مرے اشک ٹپک جاتے ہیں

مجھ میں فریاد جو پنہاں ہے سناؤں کس کو؟
تپشِ شوق کا نظارہ دکھاؤں کس کو؟
(اقبالؔ)

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پیغام

"کشمیر جاگ اٹھا" جان محمد آزاد صاحب کا تازہ ناول ہے جو انہوں نے تحریک حریت کشمیر کے تناظر میں لکھا ہے۔ تحریک حریت ہمارے سیاسی، سماجی اور تہذیبی تسلسل اور جدوجہد کی ایک لافانی داستان ہے اس تحریک نے نہ صرف ہمیں بادشاہوں کی طاقت و ثروت کو للکارنے کا حوصلہ دیا بلکہ عزت نفس اور خود اعتمادی کا احساس دلا کر ہمارے اذہان کو سینکڑوں برس کے جمود سے آزاد کرا دیا۔ اہل کشمیر اپنی فکر اور بالخصوص قلم کار طبقے کو اپنی تحریروں میں یہ پس منظر ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے تاکہ اس تاریخی تسلسل کو قائم رکھنے میں مدد مل جائے جو ہماری تہذیبی اور تاریخی میراث کا عطیہ ہے۔ اس کتاب کی ادبی قدر و قیمت اور اہمیت کے بارے میں ناقدین ادب ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ میں تاہم اس جذبے کی قدر کرتا ہوں جس کے تحت جان محمد آزاد صاحب نے اپنے اس ناول کے لئے ایک ایسے موضوع کا انتخاب کیا ہے جسے جموں و کشمیر کے عوام تک مختلف صورتوں میں اور بار بار پیش کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ نئی نسل کو ماضی کی جدوجہد سے روشناس کر کے ہی ہم اپنے مستقبل کی راہیں روشن کر سکتے ہیں۔

میں جان محمد آزاد کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں اور اس بات کا متمنی ہوں کہ ہمارے نوجوان ادیب کشمیر کی عظیم روایات کے تحفظ کے لئے اپنا زور قلم صرف کریں اور ان کی تخلیقات انسانی اقدار کا آئینہ بن جائیں۔ ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

ڈاکٹر فاروق عبداللہ

(وزیر اعلیٰ جموں و کشمیر)

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ڈاکٹر برج پریمی

پیش لفظ

کشمیر میں اردو ناول کی طرف کافی تاخیر سے توجہ ہوئی ۔ اگرچہ بہت پہلے پنڈت سالگرام سالک اور مولوی محمد الدین فوق نے اس صنف میں شروعات کی تھیں لیکن اردو ناول کے ابتدائی واضح نقوش پنڈت نند لال اور بے غرض کے یہاں نظر آتے ہیں ۔ جب انہوں نے موجودہ صدی کے تیسرے دہے کے دوران اپنا ناول "تازیانۂ عبرت" کے عنوان سے لکھا جس کے کچھ حصے مقامی اخبارات میں شائع ہوئے ۔ یہ ناول رتن ناتھ سرشار کے ضخیم ناول "فسانۂ آزاد" کے تتبع میں لکھا گیا ہے اور اس میں آغاز سے انجام تک داستانی رنگ چھایا ہوا تھا یہ ناول ابھی تک مکمل طور پر شائع نہیں ہوا ہے ۔ اس کے بعد اس شعبہ میں پریم ناتھ پردیسی نے توجہ کی ان کا واحد ناول "پوتی" ۱۹۴۷ء کے بٹوارے کی نذر ہو گیا ۔ اس دور کا اہم ناول "اور انسان مر گیا" ہے رامانند ساگر کا فسادات کے موضوع پر لکھا ہوا یہ ناول کافی متنازعہ فیہ رہا ہے اور عرصہ دراز تک برصغیر کے ادبی حلقوں میں موضوع بحث رہا ۔

۱۹۴۷ء کے بعد اس شعبے میں خاصی پیش رفت ہوئی اور نئی نسل کے فن کاروں نے کئی اچھے ناول لکھے ۔ لیکن حق بات تو یہ ہے کہ مجموعی اعتبار سے ابھی اس میدان میں کوئی وقیع اور اہم کارنامہ انجام نہیں دیا گیا ہے ادھر گذشتہ برسوں میں منظر عام پر آئے ہیں ان کے نام انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں ۔ نرسنگھ داس نرگس کے بعد علی محمد لون ، ٹھاکر پونچھی ، کشمیری لال ذاکر ، موہن یاور ، حامدی کاشمیری ، تیج بہادر بھان ، نور شاہ ، مالک رام آنند ، غلام رسول سنتوش اور پھر شبنم قیوم ، ڈی کے کنول وغیرہ کے بعض ناول توجہ طلب ہیں ۔ ان ناول نگاروں نے اپنے اپنے انداز میں اپنے عہد کے کرب کو اپنے ناولوں میں سمیٹا ہے ۔ ناول نگاروں کے اس چھوٹے سے حلقے میں ایک نئے قلم کار جان محمد آزاد اپنی انوکھی آواز کے ساتھ شریک ہوئے ہیں ۔ "کشمیر جاگ اٹھا" ان کا دوسرا ناول ہے ۔

ہنری جیمس نے ایک زمانے میں کہا تھا کہ " ناول زندگی کا شخصی اور راست اثر ہے " جس سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ناول ادب کا وہ فارم ہے کہ جس میں انسانی زندگی کی خوشیوں اور تلخیوں ، اس کے غموں اور شادمانیوں کی تصویر پیش کی جائے لیکن بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی ۔ ناول نگار نہ مبلغ ہے اور نہ سیاسی خطیب

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

آج کا فن کار زیادہ وسیع منصب کا مالک ہے وہ خود آگاہ اور خود شناس ہوگیا ہے۔ اسے اپنی بے بسی، اپنی بے بضاعتی اور لاچاری کا بھرپور احساس ہے جو اسے پل پل تڑپاتی رہتی ہے۔ اس لاچاری اور بے بسی نے اسے اضطراب اور بے چینی عطا کی ہے۔ وہ باہر ہی نہیں بلکہ اندر اپنی روح کی تہاہیوں غواصی کرتا ہے اور قطرہ قطرہ اپنے لہو کو اکٹھا کرتا ہے۔ وہ خارجی زندگی کے مشاہدے کو باطن کی دہکتی ہوئی بھٹی پر چڑھاتا ہے اور پھر یہی سچائی قلم کی نوک سے باہر آتی ہے۔ اس عمل میں فن کار کو کتنے ہی ہفت خوان طے کرنا پڑتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ بعض اوقات اس کے احساسات کھوئے کھوئے سے، بکھرے بکھرے سے، بے ترتیب سے نظر آتے ہیں۔ آج کا فن کار اپنی کہانی بیان نہیں کرتا بلکہ اسے پیش کرتا ہے۔ اس کی کہانی خط مستقیم کی طرح سیدھی اپنی منزل کی طرف چلی نہیں جاتی۔ بلکہ اس میں کئی پیچیدہ موڑ آتے ہیں۔ قاری یہ کہانی اب سنتا نہیں بلکہ اپنی کھلی آنکھ سے دیکھتا ہے۔

کشمیر ——— صدیوں کی غلامی سے جھلسی ہوئی یہ سرزمین، جس کی بے بسی باہنوں میں مغل عہد سے لے کر ڈوگرہ عہد تک برابر پامال اور غلام در غلام لوگ اونگھتے رہے ہیں ہمیشہ نظر انداز ہوتی ہے۔ بیشتر رومان پرست فنکاروں نے یہاں کے خواب آلود فضاؤں، برفیلے پربتوں، نیلی جھیلوں کی گہرائیوں اور حسین گھاٹیوں سے اپنے فن کی قوس قزح سجائی۔ انہوں نے نہ افلاس کے ماتے ہونٹوں پر تھر کتے ہوئے خواب دیکھے نہ ھر۔ کٹے ہوئے دلوں کی آہٹیں سنیں اور نہ ہی اس آتش فشاں کی حدت کو محسوس کیا جو ان کے بے حس وجود میں کھول رہا تھا۔ پردیسی اور ان کے بعد یہاں کے بعض فنکاروں نے اس طرف پہلی بار توجہ کی۔ جان محمد آزاد کے ناول "کشمیر جاگ اٹھا" کا موضوع اس اعتبار سے اہم ہے کہ انہوں نے نہ صرف یہاں کے دلآویز حسن کی حشر سامانی کی تصویر کھینچی ہے بلکہ اس سیاسی، سماجی اور معاشی آشوب کو بھی پیش کیا ہے جس نے افلاس، ناداری اور بے بسی کی لکیروں سے ان کی تقدیر کو سیاہ کر دیا تھا۔ آزاد نے شہروں اور قصبوں سے دور "تھا جواس" کے حسین دھندلکوں کے دامن میں پھیلے ہوئے بال تل اور اس کے گردو نواح کو پیش کیا ہے اور یہاں کی معصوم اور بے ریا زندگی کے پاکیزہ دامن پر ڈوگرہ شاہی کے جاگیردارانہ نظام کے خونیں رقص کو اپنے خون جگر کے رنگ سے پینٹ کیا ہے۔ آزاد نے شہر کے ہنگاموں سے دور اس بستی کا وہ پہلو دکھایا ہے جو نظروں سے اوجھل ہے۔ انہوں نے اپنے قلم کی نوک سے ان آنسوؤں کو موتیوں کی طرح چن لیا ہے جن میں صدیوں کا ملال چھپا ہوا ہے لیکن آزاد کا قلم صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتا وہ اس بدلتے ہوئے شعور کو بھی پیش کرتا ہے جس نے کشمیر کی تقدیر بدل دی جس کا پہلا درس شیخ محمد عبداللہ کی قیادت نے دیا تھا۔

ناول کا وجود زندگی کی ترجمانی کا تابع ہوتا ہے۔ ناول نگار کا منصب زندگی کے تاثرات کو ایک مخصوص ہیئت کے دائرے میں لانا ہوتا ہے۔ وہ کرداروں، مکالموں، واقعات اور بیانات

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کے سہارے سے ایک کلی تاثر پیدا کرتا ہے۔ ناول نگار کا منصب اس آہنگ کو قائم کرنا ہوتا ہے اس لئے سب سے اہم بات اس کا نقطہ نظر ہوتا ہے۔ وہ محض شاعر، مکالمہ نگار، کردار نگار یا داستان گو نہیں ہوتا بلکہ ان سب چیزوں کو گھول کر اپنے مشاہدے کی بھٹی پر تپا کر، اپنے نقطہ نظر کی آنچ دے کر اسے بڑے ڈرامائی انداز میں پیش کرتا ہے ــــــ مجھے خوشی ہے کہ جان محمد آزاد نے بہت حد تک اپنا یہ منصب دیانتداری کے ساتھ نبھایا ہے

"کشمیر جاگ اٹھا" اپنے مخصوص سیاق وسباق میں زندگی کی ہر پل بدلتی ہوئی قدروں کو پیش کرنے کی سعی کرتا ہے۔ پلاٹ فنی لحاظ سے مناسب ہے۔ واقعات میں الجھاو نہیں۔ کہانی زینہ بزینہ بڑھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، اور اس ربط نے تجسس کا دلچسپ پہلو پیدا کر کے اس میں جان ڈال دی ہے کردار نگاری کے فن کی بعض اچھی مثالیں بھی سامنے آتی ہیں۔ ماہتاب، مظلومیت، ایثار، ضمیر، قناعت اور اولوالعزمی کی علامت ہے۔ جو ہر دکھ، ہر درد اور ہر ظلم کا مقابلہ کئے جاتی ہے۔ اس کے وجود کا ایک ایک ریزہ جاگیرشاہی میں پسے ہوئے بے حس معاشرے کی چیرہ دستیوں کی داستان ہے گل ریز نئی نسل کا نمائندہ ہے۔ حساس، باشعور اور باغی مقبول شیروانی کی طرح تختہ دار چومنے والا ــــــ دلاور لون، حشمت خان، نادر، خورشی، مام دین، رمضان چکی والا، گلابو، قادر لون کردار دوں کی اس آرٹ گیلری میں سپاٹ اور پیچیدہ کرداروں کے تصادم سے آزاد نے اس معاشرے کی کہانی رقم کی ہے۔ جو یقیناً ان کی صلاحیت کی ترجمان ہے۔

جان محمد آزاد کا اسلوب شاعرانہ ہے۔ اس میں اگرچہ کرشن چندر کے اسلوب کی چھاپ ہے اور کہیں کہیں اسراف الفاظ نے خواہ مخواہ کی طوالت پیدا کی ہے لیکن پس منظر کی فنکارانہ پیش کش یقیناً قابل داد ہے۔ بعض ٹکڑے قابل رشک حد تک خوبصورت ہیں۔ جان محمد آزاد جذباتی کیفیات اور نفسیاتی ہیجانات کی تصویر کشی پر قدرت رکھتے ہیں اور بعض نازک مرحلوں پر وہ کامیابی سے اپنی اس خصوصیت کو منواتے ہیں البتہ ناول کے آخری مرحلوں میں وہ سنبھل نہیں پائے ہیں ان کے لہجے میں خطابت سی آگئی ہے۔ وہ کچھ جذباتی سے ہو گئے ہیں اور وہ گھمبیر اور پرسکون فنکار کچھ تلملاہٹ سی محسوس کرنے لگا ہے ــــــ لیکن مجموعی حیثیت سے جان محمد آزاد نے اپنے خوبصورت اسلوب کی توانائی سے ایک جاندار اور تنومند کارنامہ انجام دیا ہے۔

جان محمد آزاد نئی نسل کے ایک باصلاحیت فنکار ہیں ان سے ہماری بڑی توقعات وابستہ ہیں اگر وہ اسی محنت اور لگن سے اپنے مشاہدات کو باطن کی آگ سے آنچ دیتے رہے اور اپنے دل کا درد اسی خلوص اور دیانت سے فنی پیکروں میں ڈھالتے رہے تو وہ بڑے کارنامے انجام دے پائیں گے۔

میں جان محمد آزاد کی اس سوغات کی قدر کرتے ہوئے ایک باصلاحیت قلم کار کا استقبال کرتا ہوں

برج پریمی۔ یونیورسٹی کیمپس، حضرت بل سرینگر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ڈاکٹر محمد زماں آزردہ

تعارف

جان محمد آزادؔ سے میری ملاقات بہت پرانی ہے۔ "تلاش ادب" کی نشستوں میں وہ اپنی خوبصورت اور دلکش کہانیاں پڑھتے تھے۔ سننے والے دادِ تحسین کے پھول نچھاور کرتے تھے۔ میں عموماً ایسے موقعوں پر سوچا کرتا تھا کہ اس لڑکے کا مستقبل کیا ہوگا؟ ـــــــ جو اس مادی دور میں ماضی کی کہانیاں تلاش کر کے زخموں کو کریدنے میں دلچسپی رکھتا ہے۔ ان کی ہر کہانی ایک مسکراہٹ کے مانند ہوتی تھی مگر اس مسکراہٹ کے پس منظر میں وقت کے دیئے ہوئے گہرے زخم ہوتے تھے جن تک ہر آدمی کی نگاہ کا پہنچنا آسان نہ تھا۔ میں اکثر ان کی کہانیوں پر ان سے بحث کرتا تھا۔ ان کے کرداروں کے متعلق ان سے پوچھتا تھا اور یہ اپنے کرداروں کا دفاع بڑی خوبی سے کرتے تھے ـــــــ بہرکیف میرے اس وقت کے خواب کی تعبیر آج آپ کے سامنے ہے۔ "وادیاں پکارتی ہیں" مطبوعہ ۱۹۸۱ء کے بعد ان کا یہ دوسرا ناول "کشمیر جاگ اٹھا" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ نقش ثانی یقیناً نقش اول سے بہتر ہے۔ اس بات سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ مصنف خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور انہوں نے اپنے تخلیقی سفر کو ختم نہیں کیا۔ ان کا یہ تخلیقی سفر اسی محنت اور لگن سے جاری رہے تو ان کے قارئین کو مستقبل میں اور اچھے ناول ملیں گے۔

زیرِ نظر ناول کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کو اپنے مادرِ وطن کشمیر سے بے پناہ محبت ہے اور یہی محبت ان سے لکھواتی ہے وہ عام لکھنے والوں کی طرح سے اپنے پیشروؤں کی نقالی نہیں کرتے بلکہ اپنی محبت سے مجبور ہو کر اپنے لئے اس کی تکمیل کا راستہ خود تلاش کرتے ہیں وہ اپنا ایک انداز سفر رکھتے ہیں اور اپنے جادۂ شوق کی تراش خراش کرتے ہوئے وہ خود آگے بڑھتے ہیں۔

کشمیر کی وادیاں مصنفین کو ہمیشہ لکھنے پر آمادہ کرتی رہی ہیں مگر ان میں بیشتر لکھنے والے ایسے ہیں جنہوں نے کشمیر کی ان خوبصورت اور دلکش وادیوں کو اپنے ڈرائنگ روم میں دیکھا ہے۔ انہوں نے ان وادیوں کی زندگی کو تصور کیا ہے اور اس طرح ان مناظر، کرداروں اور کہانیوں کی حیثیت فرضی ہو جاتی ہے جن پر انہوں نے قلم اٹھایا ہے مگر "کشمیر جاگ اٹھا" کے مصنف ان مناظر اور کرداروں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کے قریب خود جاتے ہیں۔ دوسروں کے یہاں فریب کو حقیقت کا جامہ پہنانے کی کوشش ملتی ہے اور ان کے یہاں حقیقت فریب کے تنگ پردوں کو پھاڑ کر قاری کے سامنے کھل کر آجاتی ہے۔

"کشمیر جاگ اٹھا" کہانی کے اعتبار سے مصنف کا ورثہ ہے۔ جبر و استبداد کا وہ دور جو صدیوں تک کشمیریوں پر مسلط رہا۔ زیر نظر ناول اسی دور کی ایک کڑی ہے جس کی تصویر مصنف نے بڑی خوبی سے کھینچ کے رکھدی ہے۔

جذبات نگاری اور منظر نگاری مصنف کے خاص کارنامے ہیں۔ یہ ناول اپنے سیاسی پس منظر اور سماجی کوائف کے باوجود جذبات کا ایک مرقع ہے مگر مصنف کا کمال یہ ہے کہ وہ خود جذبات کی رو میں بہہ نہیں جاتے بلکہ ماہتاب اور دلاور لون کے جذبات پیش کر کے اپنے ہم وطنوں کے دیرینہ زخموں کو یاد کرتے ہیں وہ اس دور کی تصویر کشی کر کے موجودہ زندگی سے محظوظ ہونے کا راستہ دکھاتے ہیں۔

منظر نگاری کی کامیابی کا سبب یہ ہے کہ مصنف نے اعتبار نظر سے کام لیا ہے ان کی منظر کشی میں دماغ سے زیادہ نگاہ کا دخل ہے وہ کشمیر کے ان پچھڑے ہوئے علاقوں میں خود رہے ہیں جہاں قدرت نے سامان زندگی مہیا کرنے میں کسی طرح کا بخل نہیں کیا ہے۔ جہاں تیز رفتار نالے، دودھ کی بہتی ہوئی ندیوں کا منظر پیش کرتے ہیں۔ جہاں پتھر کے ٹکڑوں سے چشمے اُبلتے ہیں، جہاں درختوں کی گھنی چھاؤں کائنات کو اپنے سایے میں پناہ دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہے۔ جہاں کے مکینوں کی قدرتی خوبصورتی ماہتاب کی طرح ہر وقت دعوت نظارہ دیتی ہے۔ مگر جابر اور ظالم حکمران کے نمائیندے ہرنی آنکھوں کو خون کے آنسو رلانے پر مجبور کرتے ہیں۔ فطرت کی اس حسین گود میں پلنے والے معصوم انسان کے ارمانوں پر شب خون مارنے والے یہ کارندے ان جنت نشان وادیوں کو جہنم میں بدل دیتے ہیں۔ جن آنکھوں کو بقول جان محمد آزاد قدرت نے وحشی ہرنیوں کی معصومیت دی تھی ان ہی کو جاگیر دارانہ نظام دہکتے شعلوں میں بدل دیتا ہے جن کو قدرت نے محبت اور حرف محبت کے لئے خلق کیا تھا وہی ہوس اور نفرت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جان محمد آزاد نے نصف صدی قبل کے کشمیر کے ان معصوم لوگوں کی کہانی اس ناول میں پیش کی ہے جو جاگیر دارانہ نظام کی وجہ سے صحیح زندگی سے یکسر محروم تھے۔ ڈوگرہ شاہی کے جبر و استبداد کے نقوش اس ناول میں بڑی محنت سے پیش کئے گئے ہیں۔ ماہتاب اسی مظلومیت گھٹن اور محرومیت کی پیکر ہے یہ محرومیت زندگی کے ہر دور میں اس کا پیچھا کرتی ہے جیسے یہ کوئی دیوتاؤں کی بد دعا ہے ——— مگر اس بد دعا کا توڑ، اس محرومیت کا خاتمہ ماہتاب کی امیدوں میں ہے اور ان امیدوں کی تعبیر گلریز ہے جو تحریک آزادی کے مجاہد کا رول ادا کر کے یہاں کی محرومیت کے اندر امید کی روح پھونک دیتا ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

مجھے ایک بات کی خاص طور سے خوشی ہے کہ کشمیر کے مصنفین نے اپنے اندر اور ماضی کے اندر جھانکنے کی سعی شروع کی ہے۔ کشمیر کی خوبصورتی کی سب داد دیتے ہیں اور دینا بھی چاہیئے مگر کشمیریوں کے دلوں کے زخم تو دُ کشمیریوں کی نگاہ سے خصوصاً "آج کی نسل کی آنکھوں سے ہمیشہ اوجھل رہے ہیں۔ مجھے بڑی مسرت ہے کہ نئی نسل کے لکھنے والوں میں جان محمد آزاد نے اس شیش محل پر ایک زبردست پتھر پھینکا ہے اور نشانہ چوکا نہیں۔ اس عمل سے دوسروں کی نگاہ بھی اس محل کے اندر جھانکنے کی حوصلہ پائے گی۔

میں امید کرتا ہوں کہ "کشمیر جاگ اٹھا" جیسے ناول کی عوام اور خواص دونوں طبقوں میں پذیرائی ہوگی زبان و بیان کے معاملے میں مصنف سے اختلاف کی گنجائش بھی ہوسکتی ہے مگر جذبے کی صداقت اور شدت پر ایمان لانا ہی پڑے گا ———— میری دعا ہے کہ مصنف کا یہ جذبہ عام ہوکر دوسروں کو بھی اپنی ارض کشمیر پر قلم اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین!

میرزا محمد زمان آزردہ
ریڈر شعبہ اردو کشمیر یونیورسٹی

J & K Academy of Art Culture & Languages
Acc No ......
Class No ......
Book No ......
Price ....
Date..........
LIBRARY Srinagar

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ڈاکٹر حامدی کاشمیری

حرفِ اول

کشمیر کی نئی نسل میں جان محمد آزاد ایک محنتی، ذہین اور دردمند ادیب ہیں۔ "وادیاں بلا رہی ہیں" ناول نگار کی حیثیت سے آپ کے تخلیقی سفر کا نقطۂ آغاز تھا۔ شکر ہے کہ یہ نقطۂ انجام ثابت نہ ہوا۔ اس ناول کے بعد بھی آپ برابر پورے انہماک اور جانفشانی سے لکھتے رہے۔ ادھر آپ کی کئی کہانیاں اور مضامین ملک کے بعض معتبر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں اور اب —— وہ اپنا نیا ناول "کشمیر جاگ اٹھا" مکمل کر چکے ہیں ؏

اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

جان محمد آزاد بیدار ذہن کے مالک ہیں وہ گہرے شعور کے ساتھ اپنے گرد و پیش کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں اور اپنے مشاہدات اور تجربات کے خام مواد سے اپنی نگارشات کی شکل متعین کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ ایک شاعر کے نازک احساس خواب آفرینی اور باریک مشاہدے سے آراستہ ہیں لیکن ان کا ذہن معاشرتی، تاریخی اور سیاسی حالات کے تجزیے پر اصرار کرتا ہے۔ ایک سچے ادیب کی طرح ان کی نگارشات پر سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی حالات بے حد شدت سے اثرانداز ہوتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر ان کا ناول "داخلیت" اور "خارجیت" کے ارتباط کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ وہ نہ خارجیت کے اسیر ہو کر میکانکی حقیقت نگاری پہ اتر آتے ہیں اور نہ ہی داخلیت کی خالص تقلیبی صورت کو روا رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا ناول —— سماجی، رومانی اور سیاسی فضا کا مشترکہ خاکہ بن کر ابھرتا ہے۔

"کشمیر جاگ اٹھا" میں جان محمد آزاد نے کشمیر کے ایک دور افتادہ اور خوابیدہ جنگلی علاقے میں مطلق العنانیت کے تاریک ترین دور میں استحصال اور جبریت کے ہاتھوں مظلوم اور بے زبان انسان کی کہانی بیان کی ہے۔ ماہتاب اس کا خاوند دلاور لون، گھوڑ سوار کا نندہ حشمت ماسٹر، نادر اور نگ ریز سب اسی جبر و تشدد کے دور

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کے نمائندے ہیں ۔ انہوں نے ماہتاب کے کردار کی گہرائیوں میں ممتا کی عظمتوں کو ابھارا ہے بعض کردار نیم روشن سایوں کی طرح ابھرتے ہیں ۔ لیکن پورے ناول میں فطرت کا کردار بھی ایک زندہ تغیر آشنا اور ہم راز و ہمدم کردار کی طرح خاموشی سے اپنا رول ادا کرتا ہے مجھے خوشی ہے کہ جان محمد آزاد اردو ناول کی اس روایت کو آگے بڑھا رہے ہیں جو منشی پریم چند کے بعد کرشن چندر کے یہاں مستحکم ہوتی ہے لیکن ناول کی یہ روایت تیزی سے متغیر ہونے والے ادبی شعور کی بنا پر تجربہ پسندی سے آشنا ہو رہی ہے ۔ ہم آزاد صاحب سے یہ توقع رکھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ وہ اس صنف ادب کی طرف مزید سنجیدگی سے توجہ دے کر اردو ناول کو نئی جہتوں سے آشنا کریں گے اور فن کے نئے افقوں کو چھوتے ہوئے مزید کئی عمدہ ناول پیش کریں گے ۔

میں جان محمد آزاد صاحب کو ان کے نئے ناول کی تکمیل پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔

حامدی کاشمیری

(پروفیسر شعبہ اردو کشمیر یونیورسٹی)

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہوگیا ہے آگ تپ تپ کر غلاموں کا لہو
اب سلاسل کے پگھلنے کا زمانہ آگیا

تاریخ گواہ ہے کہ جن بدنصیب قوموں کو اغیار نے اپنا مطیع بنائے رکھا۔ ان کے قوائے فطری اس قدر مضمحل ہو گئے کہ وہ جذبۂ آزادی اور غیرت انسانی کی خو تک بھول گئے اور خوف و ہراس ان کے رگ و ریشے میں سرائیت کر گئے ——— مغل بادشاہوں سے لے کر ڈوگرہ حکومت تک کشمیری عوام کو ہمیشہ بے عمال ہی تصور کیا گیا۔ ان پر صدیوں تک ظلم ہوتا رہا۔ چنانچہ اس رشک ارم سرزمین کے زندگی بداماں کہساروں میں رہنے والے لوگ سالہا سال تک پستی اور افلاس میں بلکتی اور سسکتی زندگی گذارتے رہے۔ گردش آفاق نے ان کے تمدن کو روند ڈالا اور اندھی صدیوں کے جبر نے ان کے تابناک ماضی کو دھندلا دیا۔ بغاوت کی جوالا مکھی ان کے اندر ہی اندر سلگتی رہی ———

اور تب ——— ان کے کانوں سے ایک آواز ٹکرائی ——— انتہائی پرسوز اور دلکش آواز ——— جو دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی گئی۔ دیکھا تو وہ شیر کشمیر کی آواز تھی۔ اس آواز نے لاکھوں انسانوں کی کایا پلٹ دی۔ ان کے اندر یقین محکم اور عمل پیہم کی ایک نئی روح پھونک دی۔ ان کی زندگی کو ایک نیا حوصلہ دیا ——— ایک نیا انداز فکر دیا۔ ظلم و ستم کی تاریکی میں امیدوں کے نئے چراغ روشن کئے۔ اس آواز نے جاگیردارانہ نظام کے جلال و جبروت کو للکارا اور اس قوم کو جگا دیا جو صدیوں کی غلامی کے بعد خاک و خاکستر کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس عظیم رہنما کی موت پر پورے ارض کشمیر میں آنسوؤں کے کئی جہلم بہہ نکلے۔ غم کے کئی آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑے ——— !

"کشمیر جاگ اٹھا" تاریخ کے صفحات پر بہتے ہوئے خون کی لالی ہے۔ مجھ سے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اکثر دوستوں نے پوچھا کہ ہمیں اس بات کے لئے مجبور کیوں کیا جا رہا ہے کہ جو گذر چکا ہے اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے پھر سے زندہ ہوتے دیکھیں جسے پہلے بھگت چکے ہیں اس کو پھر سے بھگتیں ـــــ؟ ان زخموں کو پھر کیوں تیتے ہرا کریں جو اب مندمل ہو چکے ہیں۔ میں ان سے بھلا کیا کہتا ـــــ! مجھے معلوم ہے کہ بہت سے لوگوں کے آنسو اب خشک ہو چکے ہیں۔ بہت سے لوگوں کے پاس کبھی آنسو ہی نہ تھے۔ لیکن میرے آنسو ابھی تک خشک نہیں ہوئے ہیں کیونکہ میں ماضی کے لئے نہیں بلکہ مستقبل کے لئے روتا ہوں ـــــ!

"کشمیر جاگ اٹھا" کے کردار آپ کو گنجان شہروں میں نہیں ملیں گے یہ کردار ان دیہات میں کبھی نہیں ملیں گے جو شہری زندگی کے اقدار سے متاثر ہیں لیکن دور دراز دیہات میں اس قسم کے کردار آپ کو ضرور نظر آئیں گے یہ ان دنوں کی بات ہے جب ماحول اس قدر مرتب اور منظم نہیں تھا جب زندگی اس قدر پیچیدہ اور مربوط نہیں تھی۔ کیسے کیسے دلکش اور حسین چہرے بے رحم وقت کی دھول کیساتھ تحلیل ہو جاتے ہیں۔ لیکن میرے یہ کردار ماضی کی گرد میں روپوش نہیں ہو سکے۔ میں برسوں ان کے ساتھ ڈوبتا ابھرتا رہا۔ دراصل یہ وہ آنکھیں ہیں جن سے میں دنیا کے ساتھ بغلگیر ہوا ہوں ـــــ وہ ہاتھ ہیں جن سے میں نے زندگی کا لمس حاصل کیا ہے۔ جب کبھی لکھنے کے عمل کے دوران مجھے کوئی اور ناگزیر کام کرنا پڑا تو مجھے اپنے اندر ایک ندامت سی محسوس ہوتی۔ خصوصاً ایسے لمحات میں جب کسی کردار کو سردی اور برف میں تنہا چھوڑ کر مجھے کوئی اور کام کرنا پڑتا۔ دیہاتی زندگی کے خمیر میں گندھا ہوا ماہتاب کا وجود نسوانی کردار کی آنچ میں تپ کر کھرا ثابت ہوتا ہے۔ وہ کردار نگاری کے فطری ارتقاء کی سچی تصویر ہے۔ وہ دیہاتی عورت کی مظلومیت اور گھٹن کا ایک لرزاں خیز پیکر ہے ـــــ مظلوم ـــــ صابر اور سہارے کی محتاج ـــــ! وہ شوہر کے ذریعے نظر انداز ہوتی ہے اور سرمایہ داروں کے مظالم اور استحصال کا شکار ہو کر ہوس کا نشانہ بنتی ہے ـــــ لیکن وہ ہر حالت میں اپنا وقار اور ایثار قائم رکھتی ہے۔ اپنی آہوں ـــــ اپنی پسپائی ـــــ اپنے درد اور نشتر کے باوجود وہ سماج کی سنگین چٹانوں سے ٹکر لینے کے لئے اکیلی چل پڑتی ہے ـــــ! مجھے یقین ہے کہ وہ آج بھی فلک بوس پہاڑوں کے اس پار ـــــ کسی گم گشتہ خوابیدہ دیہات میں زندگی گذار رہی ہے ـــــ! ہماچواس کے پہاڑوں کا سلسلہ دراصل ابدیت کی ایک علامت ہے یہ ان پر پھیلا ماہ وسال کے خاموش گواہ ہیں۔

میں اپنے ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا شکر گذار ہوں جنہوں نے میری ہمت بڑھائی خاص طور سے میں جناب کمال احمد صدیقی (چیف پروڈیوسر آکاش وانی نئی دہلی) جناب

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

علی محمد لنگر (چیرمین جموں وکشمیر بنک) جناب پیرزادہ علی محمد صاحب (ڈائریکٹر ایجوکیشن) جناب طاہر مضطر (پولٹیکل سیکریٹری چیف منسٹر) جناب محمد یاسین (چیف منسٹرس پرائیویٹ آفس) جناب بشارت احمد (دور درشن کیندر) ڈاکٹر سجاد رضوی (ریڈیو کشمیر) جناب جی ایم زاہد (ٹریڈ ایجنٹ بمبئی) جناب محمد رفیع (سیکریٹری گورنمنٹ آرٹس ایمپوریم) جناب محمد احمد اندرابی (ایڈیٹر شیرازہ) جناب خالد بشیر (ایڈیٹر تعمیر) جناب مبارک گل وجناب علی محمد ساگر (ممبران قانون سازیہ) کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ شکریہ جیسی رسمی باتوں سے یہ حضرات زیادہ خوش نہیں ہونگے لیکن خلیق اتنے ہیں کہ ناراضگی بھی ظاہر نہ ہونے دیں گے۔ پھر میں احسان ناشناسی کا مجرم کیوں بنوں ــــــ؟

جان محمد آزاد

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

افق کے پار ـــــ لالہ گوں بادلوں کے پیچھے ـــــ ماہتاب نے آفتاب کو غروب ہوتے ہوئے دیکھا۔ کھلی کھڑکی کے درمیان اسے حدِ نظر ایک سوئی ہوئی خوابیدہ وادی نظر آئی۔ شفق کی روشنی میں بال تل کے بے ترتیب اور بوسیدہ جھونپڑوں کی چھتوں سے دھوئیں کے بادل آہستہ آہستہ بلند ہوتے ہوئے ارغوانی آسمان کی وسعتوں میں گم ہو رہے تھے۔ دور ـــــ تھا جو اس کی سدا بہار برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں ـــــ اس کے بازوؤں پر بچھے مخملی مرغزار ـــــ جنگل کے جھومتے ہوئے ہرے بھرے درخت ـــــ گنگناتی ہوئی فرحت انگیز سرد ہوائیں ـــــ مکئی کے کھیت، ندی کا نغمے گاتا ہوا پانی اور اس پر بنے ہوئے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے پل شفق کے رخسار کی طرح گلنار تھے۔ اس سرمئی غبار میں بہت سے ننھے دیے جگمگا رہے تھے اس نے بہت سے مدھم تھا کے چمکا دیئے تھے۔ سنہرے پنکھوں والے پرندے دن بھر کی عرق ریزی کے بعد ڈولتے ہوئے جنگل میں بسیرا کرنے کے لئے آ رہے تھے۔ بن پھولوں نے دن بھر کی تھکن سے چور ہو کر اپنے نازک اندام چہرے ہری پتیوں میں چھپائے تھے ـــ!

کڑ کڑاتی مرغیوں، بانگ دیتے مرغوں، بھونکتے کتوں اور حقے کی مسلسل گڑگڑاہٹ نے ماہتاب کو سناٹے کے دشت بیکراں سے واپس آواز دی۔ دور کہیں بچوں کی آوازیں آ رہی تھیں جو اسے پکار رہے تھے۔ اس کی ساس پاس بیٹھی ہوئی اُسے چولہے میں لکڑیاں لگانے کیلئے کہہ رہی تھی۔ آٹا گوندھ کر پاس رکھا تھا۔ نہ جانے روٹی سینکتے سینکتے وہ کہاں پہنچ گئی تھی۔ چولہے سے لپکنے والے شعلوں میں اس کا مضبوط اور پُر وقار چہرہ تمتما اٹھا اس کا چہرہ کانوں تک سرخ ہو گیا اس نے دونوں بازو اٹھا کر ہاتھ جوڑ دیئے اور کمان کی طرح تن کر انگڑائی لی۔ اس کی آنکھوں میں وحشی ہرنیوں کی سی معصومیت اور دہکتے شعلوں کا سا ہیجان تھا۔ تڑپ تھی درد تھا میٹھا اور عزیز ترین درد!

اچانک کمرے کے ایک گوشے میں سمٹی ہوئی اس کی عمر رسیدہ ساس زور زور سے کھانسنے لگی اور کھانستے کھانستے بڑبڑانے لگی ـــ "ارے توبہ توبہ ـــــ بہو اس طرح لکڑی ضائع مت کرو۔ بہار تو ابھی ابھی آئی ہے اور ہمیں گھاس کے تیار ہونے تک بہت طویل انتظار

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کرنا ہے اور تم جانو اب اس کام میں میں بیچاری معذور بڑھیا تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ میں تو بس اب موت ہی کی طلبگار ہوں ——!"

بڑھیا کے منہ سے یہ الفاظ دن میں نہ جانے کتنی بار نکلتے۔ اس کے بغیر دانتوں کے منہ سے بعض فقرے بس بھنبھناہٹ بن کے رہ جاتے۔ برسوں کے آنکھوں کے روگ کے کارن وہ اب تک لگ بھگ اندھی ہو چکی تھی۔ اس کے بھیگے پپوٹے ایک دوسرے میں پیوست سے ہو کے رہ گئے تھے لیکن نہ جانے کن جھروکوں سے اسے کبھی کبھار بعض چیزوں کی پرچھائیاں سی نظر آتیں۔ ویسے بوسیدہ چیتھڑوں کے نیچے وہ بس ہڈیوں کا ایک پنجرہ تھی۔ ماں کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے اور وہ ہر بار ان پر اپنی بہو کے ردعمل کی منتظر رہتی۔ ماہتاب ہر بار کی طرح نہایت اپنائیت سے کہنے لگی:۔

"ایسا مت کہو ماں۔ تمہیں تو ابھی برس ہا برس جینا ہے۔ بھلا تیا دہم میاں بیوی کھیتوں میں سارا دن کام کرتے ہیں تو گھر کا —— بچوں کا —— مویشیوں کا کون خیال رکھتا ہے؟ تمہارے بغیر تو ہماری زندگی ہی نامکمل ہے"

ماہتاب کے یہ میٹھے بول ماں پر جادو کا اثر کرتے۔ اس کی زندگی میں ایک نئی امید پیدا ہو جاتی۔ اس کے عمر رسیدہ وجود میں نئی حلاوتیں بھر جاتیں اور وہ ایک ٹھنڈی سانس بھرتی ہوئی بڑبڑاتی —— "یہ تو تم سچ کہہ رہی ہو۔ اس برے وقت میں تو چوروں کا ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے۔ توبہ توبہ کتنا برا وقت آن پڑا ہے۔ میری جوانی کے ایام میں تو یہ چیزیں نہ دیکھیں نہ سنیں۔ ہم لوگ تو ہمیشہ مویشیوں کو باہر باندھ کر خود سو جاتے تھے لیکن کیا مجال کہ کبھی کسی نے ہاتھ لگایا ہو —— لیکن کیا کروں! ادھر اب میرے ہاتھ پاؤں یوں سمجھو بے جان ہو گئے ہیں۔ دن رات لیٹی رہتی ہوں اور جو ملتا ہے کھا لیتی ہوں۔ اب ایک بوجھ نہیں تو کیا ہوں میں ——!"

ماں مسلسل بڑبڑا رہی تھی وہ سارا دن بے تکان بولتی رہتی تھی لیکن باہر سے بچوں کی آواز سن کر ماہتاب باہر آئی جہاں آفتاب برف پوش پہاڑیوں کے پیچھے ڈبکی لگا کر گم ہو رہا تھا۔ ان کے پھٹے حال پڑوسی شفق کے دھندلکے میں اپنے جھونپڑوں کے پاس جمع ہو گئے تھے اور اپنی محدود دنیا کی مختصر اور محدود باتیں کر رہے تھے۔ پاس کے گھر کے صحن میں اس کا دیور مام دین گائے کے تھنوں سے دودھ دوہ رہا تھا۔ ماہتاب نے اپنی تین سالہ لڑکی کو گود میں بٹھا لیا وہ دیر تک اس کے کمزور سوکھے چہرے اور تر بتر آنکھوں کو دیکھتی رہی۔ اندر آ کر ایک بار پھر وہ چولہے میں خشک گھاس ڈالنے لگی اس نے پتیلے کا ڈھکنا اٹھایا اور سالن کو سونگھ کر دیکھا جس میں سے اب ایک خوشگوار مہک اٹھ رہی تھی۔ اس نے ڈھکنے کو مضبوطی سے بند کر دیا اب مزید آگ کی کوئی ضرورت نہ تھی سالن کی تیاری میں جو تھوڑی سی کسر باقی تھی اس کے لئے اب گرم گرم بھاپ کافی تھی۔ جمائی لیتے ہوئے اس نے سامنے طاقچے پر رکھے بڑے بڑے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

برتنوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ گرم کھانے کی مہک سے لڑکی کے چہرے پر شگفتہ اور گداز مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایک ایسی مسکراہٹ جو ممتا کو پھیلنے کر دیتی ہے۔ ننھی سی لڑکی دھوئیں سے بھرے ہوئے اس ماحول میں مبہم انگلیوں سے اپنی آنکھیں دبا رہی تھی اور بھوک سے تنگ آکر کھانے کے لئے اصرار کر رہی تھی۔ ماہتاب نے اُسے گود سے اتار کر باہر جانے کے لئے کہا لیکن اس نے کوئی دھیان نہ دیا

"اُف یہ آفت کی پڑیا ——— دھوئیں سے جتنی تکلیف ہوتی ہے اسے اتنا ہی دھوئیں میں بیٹھنے کی ہٹ کرتی ہے"

"ارے میں بھی تو یہی کہتی ہوں بہو! اسی دھوئیں نے میری آنکھوں کی یہ حالت بنادی۔ کمبخت ہمارا پیچھا ہی نہیں چھوڑتا ———" ماں کی بڑبڑاہٹ جاری تھی لیکن ماہتاب سوچ رہی تھی کہ غربت اور افلاس کا دھواں اس کی نور نظر کا نور چھین رہا ہے۔ جہالت کے اندھے دیوتا اس کی بیٹی کو بلی چڑھا رہے ہیں لیکن ——— لیکن اس سے کچھ بن نہیں پڑ رہا ہے اس نے اپنے خاوند سے ان گنت بار شہر جاکر بچی کا علاج کرنے کیلئے کہا تھا لیکن وہ ہر بار سرد مہری سے ٹال جاتا اگر ماہتاب زیادہ تکرار کرتی تو وہ غصے ہو کر کہتا۔

"آخر کیوں ——— تیری ناک میں یہ ہی تو دکھ رہی ہیں نا ——— اندھی تو نہیں ہو گئی ——— مر تو نہیں جائے گی۔ جب دیکھو لاڈلی کے آنکھوں کو لیکر بیٹھتی ہے ——— بخدا جب میں بھی چھوٹا تھا تو میری آنکھیں بھی دکھتی تھیں پر میرے بابا نے کبھی میرا علاج نہیں کرایا ———!"

وہ اپنے شوہر نامدار کی اس بے رخی اور تحقیر بھرے زہر کے گھونٹ پی کر رہ جاتی۔ دراصل پہاڑوں کی گود میں سمٹی ہوئی بیس بائیس مکانوں پر مشتمل بال تل کی اس گم گشتہ بستی میں بچوں پر کڑی محنت کے بعد حاصل کی گئی اکنیوں اور دونیوں کو لٹانے کی روایت نہیں تھی۔ سر بلند پہاڑوں نے انہیں قصبے اور شہر سے بے حد دور کر دیا تھا۔ بہتر زندگی کے تصور سے دور کیا تھا ——— بکھرے ہوئے جھونپڑے ——— ٹوٹے پھوٹے مکانات ——— لے دے کے بس سر چھپانے کی جگہ تھی سو ہر کوئی چھپائے ہوئے تھا ہر کوئی بس زندہ تھا ——— ان کے چہرے سرخ اور بدن تانبے کی طرح سخت تھے لیکن ان کی روحیں کھوکھلی تھیں۔ ہر چہرے پر بیزار کر دینے والا روکھا پن ٹپکتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس بستی کے مکینوں سے کوئی بڑا ناقابل تلافی گناہ سرزد ہو چکا ہو۔ جس کی تلافی وہ یہ شکستہ اور بوسیدہ زندگی گذار کر کر رہے ہوں ———!

"اری بہو ——— دیکھتی نہیں بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں ——— نہ جانے کہاں دھیان رہتا ہے تمہارا ———!" یہ کہتے کہتے ماں پر کھانسی کا دورہ پڑا۔ لکڑیاں آتش دان میں چٹک چٹک کر جل رہی تھیں۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ڈوبتے سورج کا نارنجی شعلہ غائب ہو گیا اور بالی تل کے سیاہ مکانوں پر ایک چمکدار چاند چمکنے لگا۔ گاؤں کی طرف آنے والی سنسان پگڈنڈی پر سرد چاندنی پھیل گئی۔ اس کا شوہر پیٹھ پر بوجھ لادے خراماں خراماں گھر کی طرف چلا آرہا تھا۔ ماہتاب نے جلدی جلدی جھاڑو پھیرا برتن صاف کئے لالٹین کی شیشی کی کپی دھوئی اور بتی کاٹی ——— اب اس کو کمرے کے کونے میں سمٹی بڑھیا بڑا صندوق اور اپنا بڑا لڑکا جو بستی کے بچوں کے ساتھ کھیل کر دروازے کے پیچھے چھپ گیا تھا، ہر چیز صاف دکھائی دینے لگی۔ اس کی لڑکی اس کی ٹانگوں میں لپٹی ہوئی اس کے ساتھ ساتھ چلتی ———!

ماہتاب نے پہلے ماں کے لئے کھانا نکالا اور اس کے سامنے رکھ دیا اور اب بچوں کو کھلانے لگی۔ ماں کھانسی کے دورے سے سنبھل چکی تھی " ارے بہو ——— تم لوگوں نے کھانا شروع کیا۔ میرے لئے کھانا نہیں بنا ہے کیا ؟" ماہتاب معنی خیز انداز میں مسکراتی لیکن نہایت مستعدی سے کہا " کہاں ہے ماں ——— کھانا تو تمہارے سامنے رکھا ہے ——— !!"

دلاور لون احاطے کی چٹائی پر بیٹھا اندر اپنی ماں اپنے بڑے لڑکے اور لڑکی کو کھانا کھاتے دیکھتا رہا۔ موسم گرما میں وہ اکثر احاطے میں ہی بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا۔ جھونپڑی کے پاس ہی اصطبل تھا اور اس کے قریب گوبر کا ایک بڑا ڈھیر تھا صحن میں ایک کتا بھی تھا جو لکڑی کے ستون سے بندھی بکری پر مسلسل بھونک رہا تھا ——— ! دلاور لون کا چہرہ سارا دن تمتماتے ہوئے سورج کے نیچے کھیت میں کام کرتے کرتے پسینے سے شرابور ہو گیا تھا۔ پیوند لگا دیسی لٹھے کا کرتہ تر بتر ہو کر اس کے جسم سے چپک گیا تھا ماہتاب بھی سہ پہر تک کھیت میں اس کا ہاتھ بٹاتی رہی تھی۔ دونوں میاں بیوی کھیت میں سارا دن چپ چاپ کام کرتے رہے تھے۔ کھرپے کی نوک سے کبھی کبھار اینٹ یا لکڑی کا ٹکڑا اچھل کر ادھر ادھر بکھر جاتا۔ دلاور لون سوچتا کسی زمانے میں یہاں آسمان سے باتیں کرتے ہوئے محل ایستادہ رہے ہوں گے لیکن آج ماضی کی گرد میں سبھی کچھ روپوش ہو چکا ہے گردش لیل و نہار نے ان کے تمدن کو روند ڈالا اور اب ——— ان کی شہرت ان کے لئے لعنت بن گئی ہے ——— ! ماہتاب نے اس کے سامنے گرما گرم کھانا رکھا۔ اس نے ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھانا شروع کیا بھوک کی شدت کی وجہ سے نوالے اس کے گلے میں اٹک رہے تھے۔ ماہتاب اس کے سامنے آکر بیٹھ گئی اسے اپنے شوہر کو کھلانے دیکھ کر بے حد خوشی ہوتی تھی دلاور لون کو بھی اپنی بیوی سے محبت تھی لیکن یہ محبت اس کے پورے وجود پر مسلط نہ تھی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اس کو اپنی شریک زندگی سے جو محبت تھی اس میں کسی قسم کی بے تابی نہیں تھی۔ حالانکہ ماہتاب بے تابیوں کا ایک جیتا جاگتا پیکر تھی اُس کے ہونٹوں پر ایک شوخ مسکراہٹ مچل رہی تھی۔ وہ دلآور لون کو ایک نئی خبر سنانے کو بے قرار تھی لیکن موقعہ محل نہ دیکھ کر وہ خود کھانا کھانے چلی گئی بچوں کو سُلایا اُن کے اوپر رضائی ڈالی ــــ وہ سراپا شفقت تھی اپنے بچوں کے لئے ــــ اپنے شوہر کے لئے یا اپنی بوڑھی ساس کے لئے، جو اگر رات کے دوران کسی وقت کھانستی تو وہ اس کے لئے پانی لے آتی اور ہر طرح اسے دلاسہ دیتی۔ تمام کام سے فراغت حاصل کر کے اُسے اپنے بازوؤں میں میٹھا میٹھا سا درد اٹھتا محسوس ہوا۔ باہر آسمان کی پُرسکون نیلاہٹ میں ان گنت ستارے اور تنہا سفید چاند تیر رہا تھا۔ اس نے پیرہن اتار دیا جو ابھی تک اس کی دلآویز گولائیوں کو اپنے گھیرے میں چھپائے ہوئے تھا دلآور لون خراٹے لینے لگا تھا۔ دن بھر کی کڑی محنت کے بعد وہ اسی اکتا دینے والی یکسانیت سے دور ــــ بہت دور شہر کی سنہری دنیا میں کہیں کھو گیا تھا۔ ماہتاب کی دل کی بات دل ہی میں رہ گئی تھی ــــ! وہ گھٹتے اور بڑھتے ہوئے چاند کو دیکھتی رہی ــــ نیلے بادلوں کے دھندلے مرغولے فضا میں آوارہ پھر رہے تھے اور آسمان کی بلندیوں پر چاندنی کے دریا میں نہا کر سفید بادبانوں والی کشتیوں پر سوار پری زاد شہزادے اپنے محلات کی طرف خراماں خراماں بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

آفتاب کی پہلی کرن نے جب پہاڑوں کی گود میں سمٹی ہوئی بال تل کی بستی کو چھوا تو دلاور لون کی آنکھ کھلی۔ اس نے اطمینان سے سوئے ہوئے بچوں پر ایک نگاہ ڈالی۔ کھونٹی سے کھونٹی نکال کر اس نے دروازہ کے پٹ کھولے اور صحن میں آ گیا۔ باہر گاؤں کی گلی کے بیچوں بیچ ایک چھوٹا سا نالہ بہتا تھا اور لکڑی کے ٹوٹے پھوٹے گھروندے جاگ رہے تھے۔ حدِ نظر تک پھیلے صنوبر کے ہرے بھرے شگفتہ اور دلآویز درختوں کی قطاریں رومان کا کیف آگیں سماں پیدا کر رہی تھیں۔ خوشبودار جھاڑیوں کی اوٹ میں سحر انگیز تنہائیاں مسکرا رہی تھیں۔ دور نیلے آسمان پر ——— جنگلی پرندے آوارہ بادلوں کو کھوئی بسری داستانوں کے گیت اپنی میٹھی، دلفگار اور مدہوش کر دینے والی تان میں سنا رہے تھے۔ ندی کی بیتابی اور جان بخش ٹھنڈک سے اپنے وجود کو آسودہ کرنے کے بعد دلاور لون گاؤں کے دور افتادہ گوشے میں اپنی بے تعمیر چھت کی مسجد میں آ کر سربسجود ہو گیا ——— !

اس نے گھر کی راہ لی۔ گھوڑا ہنہناتا ہوا پھدک پھدک کر اس کی طرف آ رہا تھا اس کی اگلی ٹانگیں بندھی ہوئی تھیں اور وہ راستہ بھر چراگاہ میں گھاس چرتا رہا تھا۔ دلاور لون اسے پکڑ کر صحن میں لے آیا۔ اس کی ٹانگیں کھول دیں اور گھاس اس کے آگے لا کر رکھ دی۔ گھوڑا اپنے مالک کی فراخدلی پر ایک بار پھر ہنہنانے لگا اور گھاس پر منہ مارنے لگا۔ اس کا گھوڑا ——— اس کا کتا ——— اس کے مویشی ——— اس کی بیوی بچے، ماں اور گاؤں کی برادری ——— ہر فرد اور ہر شے اسے اپنا سمجھتی تھی لیکن وہ بدلوں کی کشمکش کے باوجود اس زرخیز اور اپنی پالن ہار مٹی سے ——— یہاں کے ماحول سے خوش نہیں تھا۔ ہر دن کی اکتا دینے والی یکسانیت سے وہ حد درجہ بیزار تھا ——— !

ماں گھر کے دروازے پر صبح کے سورج کی کھلتی دھوپ میں اپنے منجمد اور مردہ اعضا میں حرارت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ حسبِ عادت بڑبڑا رہی تھی ——— "اری بہو۔ اللہ کا شکر کرو کہ ایسے ہرے بھرے اور خوشحال کنبے سے تیرا سنجوگ ہوا ہے۔ میں تو کہوں گی تیری قسمت اچھی تھی جو تو اس گھر میں بیاہی گئی ورنہ بال تل

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کی بستی میں رہنے والوں کی محرومی اور شکستگی تجھ سے کچھ چھپی نہیں ـــــ عورت کی سرخروئی اسی میں ہے کہ بچے ہوں، گھر بھرا رہے اور تیرے تو دو بچے ہیں ـــــ اور پھر ہماری عمر بھر کی کمائی کی بھی تو تو ہی مالک ہوگی ہم اپنے ساتھ قبر میں ساتھ لے جانے سے تو رہے ـــــ! آہ ـــــ دلاور کے بابا ہی کچھ نہ دیکھ سکے۔ انہیں ان گھنے جنگلوں نے نگل لیا ـــــ وہ بیگار کی بلا کے بھینٹ چڑھ گئے ـــــ" اور یہ کہتے کہتے اس کی بے نور سی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھیلیں منجمد ہو کر رہ گئیں اور اس پر کھانسی کا دورہ پڑ گیا وہ ہانپنے لگی۔ دلاور نے اُسے سنبھالا۔ دم سنبھالتے ہی کہنے لگی "مجھے لٹا دو بیٹے! اور ذرا میری نسوار کی ڈبیہ لے آؤ بہو ـــــ!" ماہتاب بہو بچوں کو کھلا رہی تھی صبح صبح بڑھیا کی اس خرافات سے بیزار ہو گئی۔ دلاور نے اُسے اندر لا کر لٹا دیا۔ اُس نے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعائیں دیں۔ دلاور لون دیر تک ماں کے جھریوں بھرے شفیق چہرے کو دیکھتا رہا اس کے نسوار کی شدت سے پیلے پڑے ہوئے اِکا دُکا دانتوں کو گھورتا رہا۔ ماں محبت آمیز لہجے میں بار بار رُک رُک کر کہہ رہی تھی ـــــ "میں جانتی ہوں بیٹے! تمہیں ہماری پیٹ کی جہنمی بھٹیاں بھرنے کے لئے دن رات ایک کرنا پڑتا ہے ـــــ لیکن ـــــ لیکن بہو بھی تو سگھڑپنے سے گرہستی چلا رہی ہے ـــــ!" دلاور لون سوچنے لگا ماں واقعی سچ کہہ رہی ہے۔ ماہتاب مردوں کی سی لگن کے ساتھ کام میں جٹی رہتی ہے۔ کبھی تھکنے کا نام نہیں لیتی ـــــ ہر کام میں ایسی چست اور پُرجوش کہ جوان مرد بھی رشک کرنے لگیں۔ چولہا، چکی اور بچوں کو پروان چڑھانے کے علاوہ آبپاشی کی نالی کھودتی ہے۔ کھیتوں کی سینچائی کرتی ہے، جنگل سے لکڑی چن لاتی ہے، گوبر سمیٹتی ہے، کھیتوں میں اس کا ہاتھ بٹاتی ہے اور بڈھی اپاہج ماں کا دل بہلاتی ہے اس کا اپنے بچوں کی طرح خیال رکھتی ہے ـــــ ماں کی مسلسل بڑبڑاہٹ برابر جاری تھی۔

"وہ بیٹے ـــــ دراصل ان دنوں وہ ٹھیک نہیں ہے ـــــ وہ بیٹے ایسا ہے میں ـ میں ایک بار پھر دادی بن رہی ہوں ـــــ" دلاور لون نے اپنے تاثرات محفوظ رکھے لیکن اکتاہٹ اور بیزاری اس کے چہرے سے صاف جھلک رہی تھی۔ وہ باہر آگیا جہاں دُور ـــــ بہت دُور ـــــ نشاجو اس کے اوپر مسکراتے آفتاب کی کرنیں ہر چیز پر لوٹ کر قہقہے لگا رہی تھیں ـــــ!

وہ اس انتظار میں کھڑا رہا کہ ماہتاب اُسے اندر بلائے گی لیکن نہیں ـــــ وہ بچے ماں کو سونپ کر درانتی ہاتھ میں لئے کھیت پر نکل گئی اس نے زبان سے ایک لفظ نکالا لیکن وہ کسی ایسے جانور کی مانند ہانپ رہی تھی جو دُور سے دوڑ کر آیا ہو۔ جاتے جاتے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اس کی آنکھیں دلاوروں سے بہت کچھ کہہ گئیں ـــــ تم ایک مرد ہو دلاور ـــــ تم کیا جانو
بچہ کیا ہوتا ہے ؟ ـــ اس تخلیق کے کرب سے تو ایک عورت ہی آگہی رکھتی ہے ۔ تم تو
کام کاج سے تھک ہار کر گھر آتے ہو اور لمبی تان کر سو جاتے ہو ـــ تم ان جذبات کو نہیں سمجھ
سکتے جب ایک عورت ایک نئی زندگی کو اپنے وجود میں ہمکتا ہوا محسوس کرتی ہے ۔ ! سے لے
ابھی چوکھٹ پر بیٹھے بیٹھے وہ سوچنے لگا کہ کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے ۔ اس اجاڑ گھر میں پڑے
پڑے جوانی کے لہو سے ایک کے بعد ایک پیٹ کی جہنمی بھٹی کو تپانا کہاں کی دانائی ہے ۔ اس
کے نڈھال سوکھے ہوئے جسم میں عزت و حیات کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا لیکن ـــــ لیکن
وہ کیا کر سکتا تھا ـــــ ! اچانک ماں کی آواز آئی ـــــ " بیٹے کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے "
وہ دوڑتا ہوا اندر آیا ۔ اس کے غصے کا لاوا ماں کے آنسوؤں کی گرمی سے پگھل گیا ۔ وہ اپنی
جوانی اور لڑکپن کی منزلوں سے گذر کر پھر بچہ بن گیا اور ماں کے گلے میں بازو ڈال دیئے ۔
اس کے آنسوؤں کو پونچھ دیا اور کھانا کھا کر مکئی کے ننھے ننھے لہلہاتے پودوں کے درمیان اپنے
کھیت کی طرف بڑھتا گیا ـــــ !

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

خاموشی اور چاندنی میں نہائی ہوئی رات ہے۔ سارا گاؤں سو چکا ہے۔ دلاور لون اپنے مکان کے صحن میں بے جان سا کمبلوں کے ڈھیر میں لپٹا ہوا ہے۔ کھیت میں دن بھر کی محنت کے بعد اس کی رگ رگ دکھ رہی تھی وہ بے حس سا ہو گیا تھا لیکن اس کی نظریں بار بار اپنی بیچ کی انگلی کی طرف اٹھتی جس میں ایک سونے کی انگوٹھی چمک رہی تھی ــــ! آسمان کا رنگ بالکل صاف تھا اس کی نیلی پیشانی پر چودھویں کا چاند جھومر کی طرح دمک رہا تھا۔ ماں رہ رہ کے کھانس رہی تھی۔ نالہ سندھ کا شور دور سے سنائی دے رہا تھا یہ شور ان کی زندگی کا ایک جزو دین کر رہ گیا تھا۔ ماہتاب انہماک سے اندر چادر بننے کے کام میں لگی ہوئی تھی۔ دلاور لون سوچ رہا تھا کہ ماہتاب بہت ہی جذباتی ہے اسے تو جیسے محبت کا دورہ پڑنے لگتا ہے۔ جب جب اس کی گود بھرتی ہے وہ اس بات کو شدت سے محسوس کرنے لگتی ہے کہ اس کے ساتھ میری گرمجوشیاں کم ہو رہی ہیں۔ دلاور کو علم تھا کہ آج کئی روز سے ماہتاب اندر ہی اندر گھٹ رہی ہے۔ اپنی بیٹی کی آنکھوں کے لئے گاؤں کے پیر صاحب سے تعویذ لے آئی ہے۔ ہونہہ ــ دلاور کو غصہ آنے لگا ــــ اس نے ایسے غلیظ ــــ ضدی اور سرکش بچوں کو جنم دیا ہے کہ ہر وقت ناک میں دم کئے رہتے ہیں۔ بھلی مانس بچوں سے اتنی محبت کرتی ہے کہ بس چلے تو انہیں سینے میں سمو لے لیکن جب ان کے رونے مچلنے سے تنگ آجاتی ہے تو بے زار ہو کر پیٹنے لگتی ہے دلاور لون سوچنے لگا کہ حقیقی مسرت کے وہ چند دن جو ایک دوسرے کو جاننے میں کھو جانے کے ہوتے ہیں وہ ان نامعقول بچوں کو پیدا کرتے اور ان کے پیٹ بھرنے میں گذر جاتے ہیں ــــ! وہ ایک بار پھر اپنی سونے کی انگوٹھی کو دیکھنے لگا۔ بال تِل کی افلاس زدہ گم گشتہ بستی میں سونے کی انگوٹھی ــــ قارون کے خزانے سے کم نہیں تھی ــــ! دراصل کل شام بن چکی میں شہر کے اس خواجہ صاحب سے بے حد دلچسپ باتیں سننے کے بعد اس نے یہ سودا کیا تھا۔ خواجہ صاحب ادھر بھیڑ خریدنے آئے تھے اور دلاور لون نے دو بھیڑوں کے عوض خواجہ صاحب سے یہ جگمگاتی ہوئی خالص سونے کی انگوٹھی لی تھی اور نہ جانے کتنے برسوں سے دل میں چھپے اس

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ارمان کو پورا کیا تھا ــــــ!

ماہتاب کو ابھی تک وہ حقیقت نہیں بتا سکا تھا۔ اس نے ان سے کہہ دیا تھا کہ بکری اور بھیڑ بھی اوپر چراگاہ میں گھاس چرنے گئے ہیں۔ ماہتاب اس کے سامنے دھاگوں کی ڈور میں الجھی ہوئی تھی۔ آج اس نے خوب بناؤ سنگھار کیا تھا وہ اس وقت شفق سے زیادہ رنگین نرگس سے زیادہ معطر اور نغمے سے زیادہ طرب انگیز دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سمندر کی گہرائی اور شفاف پہاڑی چشموں کی پاکیزگی تھی ــــــ!

اچانک اس کی نرم اور شرمیلی آواز آئی ــــــ

"سو گئے ــــــ؟"

دلاور لون نے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ وہ اس کے پاس کھڑی تھی۔ اس کے پیرہن پر بنے گل بوٹوں کا رنگ کسی زمانے میں سبز ضرور رہا ہوگا لیکن اب ان کا رنگ نیلا پڑ گیا تھا دلاور نے اپنی تمام ہمت مجتمع کر کے انگوٹھی والی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا اور دم توڑتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگا:۔

"نہیں بھلا ــــــ تم جاگو اور ہم سو جائیں ــــــ!"

وہ ہنس پڑی لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی نظریں انگوٹھی پر پڑیں اور اس نے حیرت اور غصے کے ملے جلے جذبات سے پوچھا:۔

"یہ کیا ــــــ یہ کیا ہے؟"

"یہ ــــــ یہ سونے کی انگوٹھی ــــــ وہ شہر کے خواجہ صاحب بھیڑ ــــــ!"

لیکن ماہتاب مغلوب الغضب ہو چکی تھی۔ اس نے دلاور کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی چلا کر کہا "کتنے خود غرض ہو تم ــــــ کیا تم ہماری مشترکہ تلخیوں کو بانٹ نہیں سکتے۔ تم کھیتوں میں کام کرنے کے دوران بھی ایک دو دو گھنٹے کے لئے سو جاتے ہو اور میں کام کرتی رہتی ہوں کیونکہ تمہیں بس اکیلی جان کے لئے کام کرنا ہوتا ہے ــــــ لیکن میں یہ پوچھتی ہوں کہ کیا یہ بچے تمہارے نہیں ہیں؟ کیا یہ بڑھیا تمہاری ماں نہیں ہے ــــــ؟ بھلا بتاؤ ــــــ تمہاری اس بھدی انگلی میں اس انگوٹھی کی کیا ضرورت تھی؟ ــــــ اس غریبوں کی بستی میں کیا ہم لوگ سونے کی انگوٹھی کا تصور کر سکتے ہیں ــــــ! اُف کس بیوقوف سے میرا پالا پڑا ہے ــــــ نہ جانے پیتل کی یہ انگوٹھی دے کر کس نے تم کو ٹھگ لیا اور تم نے اپنے مویشی اس کے حوالے کئے ــــــ!" ایسا لگ رہا تھا جیسے ماہتاب کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہو۔ لیکن دلاور لون نے پانسہ پلٹتے دیکھ کر تڑ کی بتڑ کی جواب دیا۔

"یہ انگوٹھی خالص سونے کی ہے ــــــ بھلا خواجہ صاحب جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟"

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

"ہاں اگر یہ سونے کی بھی ہے تو جوں ہی بستی والے تمہاری انگلی میں اسے دیکھیں گے تو سارے علاقے میں چہ میگوئیاں ہوں گی اور پہاڑ کے اس پار قصبے کی پولیس تمہیں پکڑ کر جیل میں بند کر دے گی ـــــ ہمارا آج بہادر کے وقت میں ہم لوگوں کے پاس دو وقت کا کھانا نہیں ہے اور پھر یہ سونے کی انگوٹھی......"

ماہتاب یہ کہتے کہتے زور سے رونے لگی۔ ماں نے شور وغل سنا تو باہر آگئی۔ بچے بھی جاگ کر رونے لگے تھے۔ دلاور نے آسمان میں چاند کو دیکھا تو اُسے ایسا لگا جیسے آسمان کی تہوں میں انگارے دہک رہے ہوں اور زمین کی چھاتی میں جوالا کھول رہی ہو ـــــ!!"

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دوسرے روز دلاور لون کام پر نہیں گیا۔ کل رات کے جھگڑے کا اس پر بڑا شدید ردعمل ہوا تھا۔ اس کے اندر ایک قسم کا انتقامی جذبہ پیدا ہو گیا تھا ــــ اپنے آپ سے ــــ اپنی اولاد سے ــــ اپنی بیوی اور اس ساری بستی سے ــــ وہ صبح ہی صبح گاؤں سے باہر گیا پگڈنڈی اُسے سندھ نالے پر بنے لکڑی کے چھوٹے پُل پر لے گئی۔ وہ لکڑی کے پُل پر جنگلے کیساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا اور نیچے بہنے والے پانی کو دیکھنے لگا۔ پانی اس قدر برق رفتار سے رواں دواں تھا کہ اسے پار کرنا کسی بھی طرح ممکن نہیں تھا۔ جھاگ دار پانی دونوں طرف کی گول گول بڑی چٹانوں سے ٹکرا کر مسلسل آگے بڑھ رہا تھا۔ نالے نے آج تک ان گنت ڈھلوان چٹانوں کو گھس گھس کر لاکھوں ٹن مٹی ڈھوئی مگر یہ بوجھ اس کی کمر نہ توڑ سکا۔ اس کا سفید جھاگ دار پانی ہمیشہ نیچے ڈھلوان کی طرف دوڑتا رہا ــــ!

دلاور اس زندگی کی شکستگی اور یک رنگی سے اکتا گیا تھا۔ برس ہا برس گزر گئے لیکن اس کی زندگی کا یہ یکساں اور بے مقصد چکر ختم نہیں ہوا ــ تھا جو اس کی سربلند برف پوش چوٹیاں اسی طرح بے معنی مسکرا رہی ہیں ــــ سندھ اسی طرح چنگھاڑتا رہا ہے ــــ آفتاب سدا اسی طرح چمک رہا ہے ــــ گھاس سدا اسی طرح لہلہاتی رہی ہے اور دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا وہی گھسا پٹا چکر ــــ! سارا سال کھیتوں میں خون پسینہ ایک کر کے فصل تیار کرو تو اس لئے کہ زمین دار کے کارندے کیلئے اس کا بیشتر حصہ الگ رکھو ــــ! کیوں ــــ آخر کیوں ــــ؟ خواجہ صاحب کی کل کی باتیں اب بھی اس کے ذہن میں گونج رہی تھیں ــــ اماں دلاور ــــ شہر کی بات ہی اور ہے۔ وہاں صاف اور کھلی سڑکیں ہیں ــــ مال سے بھری ہوئی دکانیں ہیں ــــ ہر طرف لوگ ہی لوگ ــــ جیسے دریا بہتا ہو ــــ مال کوڑیوں کے بھاؤ بکتا ہے ــــ میں کہتا ہوں اگر آدمی کو جی کر مرنا ہے تو شہر جا کر جیئے اور وہیں مر جائے ــــ! دلاور سوچنے لگا کہ یہاں ابھی تک اس کو اور کنبے کے افراد کو کھانے کیلئے ہر روز کچھ نہ کچھ روکھا سوکھا ملتا ہے لیکن

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

یہاں عمہ ماگرے جیسے لوگ بھی ہیں - جو زمیندار کا قرضہ ـــــ اس کا سود در سود ادا نہیں کر پاتے - اس لئے جب زمین دار کا کارندہ آکر اسے گالیاں دیتا اور اسے بُرا بھلا کہکر چلا جاتا تو غریب لیکن غیور عمہ ماگرے کیلئے قرض خواہ کی یہ گالیاں ناقابل برداشت ہو گئیں اور اس نے قرضہ ادا کرنے کے لئے جنگلی جھاڑیاں ابال کر کھانا شروع کر دیں تاکہ وہ پلنیہ بچا سکے وہ اپنے کتے کو مکئی کی روٹی کھلاتا اور خود اکثر بھوکا سو رہتا - مسلسل بھوکا رہنے سے اس کو دق ہو گئی - بچارے نے اپنا مرض چھپائے رکھا اور پیہم کام کرتا رہا لیکن انجام کار ـــــ مرض نے پوری شدت سے اُسے دلوچ لیا اور اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی یہ سوچتے سوچتے عمہ ماگرے کی لاش دلاور لون کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی جب دلاور لون نے آخری بار عمہ ماگرے کی لاش کو دیکھا تھا تو مرحوم کے سرہانے کے پاس تین روپے سے زیادہ کی اکنیاں اور دونیاں بکھری ہوئی تھیں ـــــ !

بال تل کا ہر فرد ایک عمہ ماگرے تھا جو نا کردہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے یہ بلکتی اور سسکتی زندگی گذارنے پر مجبور تھا - ان کے دلوں میں کوئی ارمان نہیں ـــــ کوئی خوشی نہیں ـــــ ان کے چہرے پژمردہ ہیں - ان کی آنکھوں میں نہ نور ہے نہ بصارت ـــــ دلاور کے دل کی عمیق گہرائیوں میں ایک انجانا درد پیدا ہوا - وہ لکڑی کے پل سے اٹھ کھڑا ہوا - اس کی شرعی داڑھی، مونچھوں، اس کے میانہ قد، اس کے میلے پھرن، اس کے ابھرے جبڑے، اس کے سرخ گال، اس کے پیلے دانت ـــــ ہر عضو سے ایک نئے عزم، ایک نئی امنگ صاف ابھر رہی تھی ـــــ ! وہ لمبے ڈگ بھرتا ہوا گھر کی طرف بڑھنے لگا ـــــ سبزے سے لہلہاتے ہوئے کھیت سنہری دھوپ میں گہری نیند سو رہے تھے - وہ کھیتوں میں کام کرنے والے کسانوں کے طنزیہ سوالوں کا جواب دیتے ہوئے گھر پہنچا تو ماں کو گھر کے دروازے پر دھوپ کی تپش کھاتے دیکھا ننگ دھڑنگ بچے دھول میں کھیل رہے تھے - بڑھیا یہ سوچ کر مسرور ہو اٹھی کہ بیٹا آج سارا دن گھر میں ہے اور وہ اس سے خوب دل کھول کر باتیں کر سکے گی لیکن دلاور کے لئے یہ نہایت ناخوشگوار فریضہ تھا - وہ کمرے کے اندھیرے میں اونگھتے ہوئے شہر کی شفاف سڑکوں ـــــ بڑے بڑے تانگوں، دیو قامت آسمان کو چھوتے مکانوں ہوٹلوں اور بازاروں میں رقص کرنے والی "حافظاؤں" جن کا جلال انگیز حسن ان دیہات میں جنم جنمانتر کے بعد بھی نہیں دیکھا جا سکتا، اور آگ کا وہ چھوٹا سا گولہ ـــــ جس میں کہیں آسمانوں سے نہ بجھنے والی بغیر دھوئیں کی روشنی آتی ہے ـــــ ! غرض ہر منظر دل کے شیشے پر نقش تھا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

باہر کسی اجنبی کی آواز سن کر وہ بیدار ہوا تھا۔ یہ شخص شہری علاقہ کے ریشمی کپڑے کا ایک گھومنے پھرنے والا بیوپاری تھا اور ان لوگوں میں شامل تھا جن کا ذریعہ معاش صرف یہی ہے کہ موسم بہار میں سامانِ تجارت لے کر دور دراز دیہات کا سفر کرتے ہیں۔ اس وقت اس کے پاس ریشمی پارچہ جات کے صرف چند ٹکڑے باقی رہ گئے تھے لیکن یہ کپڑا اس قدر گھٹیا اور موٹا تھا کہ یال نل کے رہنے والے ہی اس کے مستحق تھے۔ اتفاق سے بیوپاری گاؤں میں داخل ہوتے ہی پہلے دلاور کے مکان پر آیا۔ اس نے ایک بڑھیا اور اس کے جوان بیٹے کو بیکار وقت گزارتے دیکھ لیا تھا ــــ اس نے خالص کاروباری مسکراہٹ کے ساتھ کہنا شروع کیا:-

"میں اپنے وطن واپس جا رہا ہوں۔ اب میرے پاس عمدہ قسم کے پارچہ جات کے چند گز لمبے ٹکڑے باقی بچے ہیں۔ گرمی کے ایام کے لئے یہ بہترین لباس ہے اور گاؤں والوں نے مجھے بتایا ہے کہ ان دیہات میں آپ سے زیادہ کپڑے کی کوئی پہچان رکھتا نہیں"

"کپڑا نکالو اور یہ قینچی کی طرح چلنے والی زبان بند رکھو ــــ" ماں نے حکم دیا

بیوپاری کپڑا دکھانے لگا اور تعریفوں کے پل باندھنے لگا لیکن بڑی بی کہاں چپ رہ سکتی تھی" ــــ ہاں ہاں ــــ تم لوگوں کے یہ کپڑے کیا کہنے۔ ادھر پہنو ادھر ادھر ایک ہی دھلائی میں تار تار ــــ تم جانو میں نے بچپن میں سالہا سال تک اپنی ماں کا کپڑا استعمال کیا اور یقین جانو دلاور کے بابا سے میری شادی کے وقت تک وہ قابل استعمال رہا ــــ!!" یہ کہتے کہتے ماں نے دلاور کو نزدیک آنے کا اشارہ کیا اور چھوٹے لڑکے کو کھیتوں کی طرف دوڑا دیا ــــ ماہتاب کو بلانے ــــ!

آدم شناس بیوپاری خوش اخلاقی سے ہنس دیا اور ایک نیا کپڑا دکھاتے ہوئے کہنے لگا۔ "یہ نہایت عالیشان کپڑا ہے۔ اس کی قیمت میں نے اس لئے کم کر دی ہے کیونکہ اس بار شہر میں حالات ٹھیک نہیں ہیں اور شمال کی جانب جنگ چھڑ جانے کا خطرہ ہے۔"

کپڑا ماں کے ہاتھوں سے گر پڑا ــــ!

"یہ اب کونسی جنگ چھڑنے والی ہے؟" اس نے پوچھا

"ہماری جنگ نہیں بڑی ماں ــــ یہ ان فرنگی لوگوں کی شرارت ہے۔ ہم لوگ تو ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر کے زیر سایہ ہیں۔ ہماری خوشحالی میں کیا شک ہے؟ وہ تو کہو ہماری ریاست کی کل آمدن کا لگ بھگ ۳۰ فیصد اس وقت شاہی اخراجات پر صرف ہوتا ہے۔ اب تو ہمارے پانچ فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہو گئے ہیں۔ ہیں ہیں ہیں"

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دلاور لون بیوپاری کی ان باتوں کو غور سے سن رہا تھا لیکن اس کی توجہ اس کی باتوں سے زیادہ اس کپڑے میں تھی جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ کپڑا دلاور کو پہلی ہی نظر میں بھا گیا۔ یہ ایک نہایت نفیس اور جاذب نظر کپڑا تھا۔ اس کے شوخ نقش نگار ماں کی نیم دھندلی آنکھوں میں بھی بکھر کر گئے۔ اسی وقت ماہتاب آگئی۔ اس نے کپڑا دیکھا۔ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ اس کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی ——

"نہیں بھیا! ہم لوگ اتنا قیمتی کپڑا خریدنے کی طاقت نہیں رکھتے ——!" اس نے تیز لہجے میں فیصلہ سنا دیا۔

"ہیں ہیں ہیں —— اجی ایسا کپڑا —— ایسی مضبوطی اور ایسی رنگت اور پھر اتنا سستا!" اجنبی برابر کہہ رہا تھا۔ آخر تنگ آکر ماہتاب نے نصف قیمت بتا کر بیوپاری کو ٹالنا چاہا، لیکن بیوپاری نے کپڑا سمیٹ کر اس کے حوالے کیا۔ بہرکیف بات طے ہوگئی۔ ماہتاب نے اپنے مٹی کے برتن میں رکھی اپنی ساری پونجی لاکر بیوپاری کے آگے رکھ دی —— یہ اس کا گرانقدر اثاثہ تھا جو شادی کے وقت اس کی ماں نے اس کے ہاتھ میں رکھا تھا اور ماہتاب اسے کسی آڑے وقت کے لیے پس انداز کرتی رہی تھی۔ اکنیوں سے بھرے برتن کو گنا گیا۔ تو یہ بیوپاری کو دی جانے والی رقم سے کچھ تھوڑی سی تھی۔ اچانک ماہتاب برتن کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر چلائی ——

"نہیں میں یہ روپے اس نکھٹو کے لباس پر ضائع نہیں کروں گی"۔

دلاور کا چہرہ کنپٹیوں تک جل گیا۔ اس نے ماہتاب کو پکڑ کر خوب پیٹا۔ برتن اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ سکے نیچے بکھر گئے لیکن اس سے قبل کہ بیوپاری ڈر کر بھاگ جاتے دلاور نے پیسے اکٹھے کر کے اس کے حوالے کیے اور اپنا من پسند کپڑا لے کر بیوپاری کیا تھ رفو چکر ہو گیا ——!

جب ماہتاب اپنے ماتھے کا زخم دھو کر اور اپنے بچوں کو کھلا کر باہر آئی تو دلاور لون کپڑا ابراہیم درزی کو دے کر باہر اخروٹ کے درخت کے سایے میں بیٹھا تھا۔ ماں ماہتاب کے تیور دیکھ کر نہ جانے اناپ شناپ کیا بڑبڑاتی رہی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سہ پہر کے آخری لمحے تھے۔ جب ماہتاب چونک کے جاگ اٹھی۔ وہ صحن میں زمین پر لکڑی کے ٹھنڈے اور نرم بُرادے کے ڈھیر پر سو گئی تھی۔ آسمانوں کی بلندیوں سے اترنے والے بھورے بھورے لطیف بادلوں کے جھرمٹ صنوبر کے درختوں سے گلے مل کر اپنے ساتھ خوشبو کی مہک لا رہے تھے۔ ماہتاب اب قدرے سکون محسوس کر رہی تھی۔ وہ آج سارا دن روتی رہی تھی —— نہ جانے کہاں سے ہزاروں برسوں کے رُکے ہوئے آنسو اُس کے دل و دماغ پر آبرسے تھے —— وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی تھی —— آنسو کتنے ہی نہیں تھے —— پھر نہ جانے کب وہ وہیں روتے روتے سو بھی گئی تھی۔ آس پاس بیمار کلیاں تھیں، ندی کا ترنم تھا —— سندھ کی گنگناہٹ تھی —— پرندوں کا رقص تھا —— ویرانے سے سہمی ہوئی جنگل کی طرف جانے والی پگڈنڈی تھی —— جنگلی گھاس پر اڑتے والی زرد اور خاموش تتلیاں تھیں —— لیکن اس کی بوجھل پلکیں کھلتی ہی نہیں تھیں۔ وہ درد کی عمیق گہرائیوں میں مستغرق تھی —— ایسی فضاؤں میں جہاں تاریکی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ وہ ان ہولناک اور نہ ختم ہونے والے اندھیروں میں ڈوب گئی تھی اور تب طوفانوں کے ہچکولوں میں ڈوبنے ابھرنے کے بعد جب وہ جاگ اٹھی تو اس کے اندر ایک شیتل ندی کا بہاؤ تھا۔ صرف جسم کا درد باقی تھا جگہ جگہ پر خراشیں آ گئی تھیں۔!

لیکن اس کے دل میں اب نفرت نہیں تھی بلکہ محبت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا —— ! وہ آہستہ سے اٹھی۔ سر ابھی تک درد کر رہا تھا، لیکن وہ اندر چلی آئی۔ آٹا نکالا اور روٹی بنانے کا اہتمام کرنے لگی۔

وہ ساری شام ماہتاب نے دلاور لون کی راہ تکتے تکتے گزار دی۔ وہ خاموشی سے کھانا بناتی رہی اور سوچتی رہی کہ دلاور لون اپنا من پسند پکوان دیکھ کر کس قدر خوش ہوگا وہ آج صبح ابراھیم درزی سے نیا جوڑا سِلا کر لایا تھا اور اسے زیب تن کئے کسی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

خاموش اور چاندنی میں نہائی ہوئی رات ہے۔ سارا گاؤں سو چکا ہے۔ دلاور لون اپنے مکان کے صحن میں بے جان سا کمبلوں کے ڈھیر میں لپٹا ہوا ہے۔ کھیت میں دن بھر کی محنت کے بعد اس کی رگ رگ دکھ رہی تھی وہ بے حس سا ہو گیا تھا لیکن اس کی نظریں بار بار اپنی بیچ کی انگلی کی طرف اٹھتی جس میں ایک سونے کی انگوٹھی چمک رہی تھی ——! آسمان کا رنگ بالکل صاف تھا اس کی نیلی پیشانی پر چودھویں کا چاند جھومر کی طرح دمک رہا تھا۔ ماں رہ رہ کے کھانس رہی تھی۔ نالہ سندھ کا شور دور سے سنائی دے رہا تھا یہ شور ان کی زندگی کا ایک جز وبن کر رہ گیا تھا۔ ماہتاب انہماک سے اندر چادر بننے کے کام میں لگی ہوئی تھی۔ دلاور لون سوچ رہا تھا کہ ماہتاب بہت ہی جذباتی ہے اُسے تو جیسے محبت کا دورہ پڑنے لگتا ہے۔ جب جب اس کی گود بھرتی ہے وہ اس بات کو شدت سے محسوس کرنے لگتی ہے کہ اس کے ساتھ میری گرمجوشیاں کم ہو رہی ہیں۔ دلاور کو علم تھا کہ آج کئی روز سے ماہتاب اندر ہی اندر گھٹ رہی ہے۔ اپنی بیٹی کی آنکھوں کے لئے گاؤں کے پیر صاحب سے تعویذ لے آئی ہے۔ ہونہہ —— دلاور کو غصہ آنے لگا —— اس نے ایسے غلیظ —— ضدی اور سرکش بچوں کو جنم دیا ہے کہ ہر وقت ناک میں دم کئے رہتے ہیں۔ بھلی مانس بچوں سے اتنی محبت کرتی ہے کہ بس چلے تو انہیں سینے میں سمو لے لیکن جب ان کے رونے مچلنے سے تنگ آجاتی ہے تو بے زار ہو کر پیٹنے لگتی ہے دلاور لون سوچنے لگا کہ حقیقی مسرت کے وہ چند دن جو ایک دوسرے کو جانتے میں کھو جانے کے ہوتے ہیں وہ ان نامعقول بچوں کو پیدا کرنے اور ان کے پیٹ بھرنے میں گزر جاتے ہیں ——! وہ ایک بار پھر اپنی سونے کی انگوٹھی کو دیکھنے لگا۔ بال تل کی افلاس زدہ گمگشتہ بستی میں سونے کی انگوٹھی —— قارون کے خزانے سے کم نہیں تھی ——! دراصل کل شام ہی جکی میں شہر کے اس خواجہ صاحب سے بے حد دلچسپ باتیں سننے کے بعد اس نے یہ سودا کیا تھا۔ خواجہ صاحب ادھر بھیڑ خریدنے آئے تھے اور دلاور لون نے دو بھیڑوں کے عوض خواجہ صاحب سے یہ جگمگاتی ہوئی خالص سونے کی انگوٹھی لی تھی اور نہ جانے کتنے برسوں سے دل میں چھپے اس

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ارمان کو پورا کیا تھا ــــ!

ماہتاب کو ابھی تک وہ حقیقت نہیں بتا سکا تھا۔ اس نے ان سے کہہ دیا تھا کہ بکریاں اور بھیڑ بھی اوپر چراگاہ میں گھاس چرنے گئے ہیں۔ ماہتاب اس کے سامنے دھاگوں کی ڈور میں الجھی ہوئی تھی۔ آج اس نے خوب بناؤ سنگھار کیا تھا وہ اس وقت شفق سے زیادہ رنگین نرگس سے زیادہ معطر اور نغمے سے زیادہ طرب انگیز دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سمندر کی گہرائی اور شفاف پہاڑی چشموں کی پاکیزگی تھی ــــ!

اچانک اس کی نرم اور شرمیلی آواز آئی ــــ

"سو گئے ــــ؟"

دلاور لون نے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ وہ اس کے پاس کھڑی تھی۔ اس کے سر پر بنے گل بوٹوں کا رنگ کسی زمانے میں سبز ضرور رہا ہوگا لیکن اب ان کا رنگ نیلا پڑ گیا تھا دلاور نے اپنی تمام ہمت مجتمع کر کے انگوٹھی والی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا اور دم توڑتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگا:۔

"نہیں بھلا ــــ تم جاگو اور ہم سو جائیں ــــ!"

وہ ہنس پڑی لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی نظریں انگوٹھی پر پڑیں اور اس نے حیرت اور غصے کے ملے جلے جذبات سے پوچھا:۔

"یہ کیا ــــ یہ کیا ہے؟"

"یہ ــــ یہ سونے کی انگوٹھی ــــ وہ شہر کے خواجہ صاحب بھیڑ ــــ!"

لیکن ماہتاب مغلوب الغضب ہو چکی تھی۔ اس نے دلاور کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی چلا کر کہا "کتنے خود غرض ہو تم ــــ کیا تم ہماری مشترکہ تلخیوں کو بانٹ نہیں سکتے۔ تم کھیتوں میں کام کرنے کے دوران بھی ایک ایک دو دو گھنٹے کے لئے سو جاتے ہو اور میں کام کرتی رہتی ہوں کیونکہ تمہیں بس اکیلی جان کے لئے کام کرنا ہوتا ہے ــــ لیکن میں یہ پوچھتی ہوں کہ کیا یہ بچے تمہارے نہیں ہیں؟ کیا یہ بڑھیا تمہاری ماں نہیں ہے ــــ؟ بھلا بتاؤ ــــ تمہاری اس بھدی انگلی میں اس انگوٹھی کی کیا ضرورت تھی؟ ــــ اس غریبوں کی بستی میں کیا ہم لوگ سونے کی انگوٹھی کا تصور کر سکتے ہیں ــــ! اُف کس بیوقوف سے میرا پالا پڑا ہے ــــ نہ جانے پیتل کی یہ انگوٹھی دے کر کس نے تم کو ٹھگ لیا اور تم نے اپنے مویشی اس کے حوالے کئے ــــ!" ایسا لگ رہا تھا جیسے ماہتاب کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہو۔ لیکن دلاور لون نے پانسہ پلٹتے دیکھ کر ترکی بترکی جواب دیا۔

"یہ انگوٹھی خالص سونے کی ہے ــــ بھلا خواجہ صاحب جھوٹ کیوں بولتے؟"

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

"ہاں اگر یہ سونے کی بھی ہے تو جوں ہی بستی والے تمہاری انگلی میں اسے دیکھیں گے تو سارے علاقے میں چہ میگوئیاں ہوں گی اور پہاڑ کے اس پار قصبے کی پولیس تمہیں پکڑ کر جیل میں بند کر دے گی ___ مہاراجہ بہادر کے وقت میں ہم لوگوں کے پاس دو وقت کا کھانا نہیں ہے اور پھر یہ سونے کی انگوٹھی......"

ماہتاب یہ کہتے کہتے زور سے رونے لگی۔ ماں نے شور و غل سنا تو باہر آگئی۔ بچے بھی جاگ کر رونے لگے تھے۔ دلاور نے آسمان میں چاند کو دیکھا تو اسے ایسا لگا جیسے آسمان کی تہوں میں انگارے دہک رہے ہوں اور زمین کی چھاتی میں جوالا کھول رہی ہو ___!!"

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دوسرے روز دلاور لون کام پر نہیں گیا۔ کل رات کے جھگڑے کا اُس پر بڑا شدید ردعمل ہوا تھا۔ اس کے اندر ایک قسم کا انتقامی جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اپنے آپ سے ۔۔۔ اپنی اولاد سے ۔۔۔ اپنی بیوی اور اس ساری بستی سے ۔۔۔ وہ صبح ہی صبح گاؤں سے باہر گیا پگڈنڈی اُسے سندھ نالے پر بنے لکڑی کے چھوٹے پُل پر لے گئی۔ وہ لکڑی کے پُل پر جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا اور نیچے بہنے والے پانی کو دیکھنے لگا۔ پانی اس قدر برق رفتار سے رواں دواں تھا کہ اسے پار کرنا کسی بھی طرح ممکن نہیں تھا۔ جھاگ دار پانی دونوں طرف کی گول گول بڑی چٹانوں سے ٹکرا کر مسلسل آگے بڑھ رہا تھا۔ نالے نے آج تک ان گنت ڈھلوان چٹانوں کو گھس گھس کر لاکھوں ٹن مٹی ڈھوئی مگر یہ بوجھ اس کی کمر نہ توڑ سکا۔ اس کا سفید جھاگ دار پانی ہمیشہ نیچے ڈھلوان کی طرف دوڑتا رہا۔!

دلاور اس زندگی کی شکستگی اور یکسانگی سے اکتا گیا تھا۔ برس ہا برس گذر گئے لیکن اُس کی زندگی کا یہ یکسان اور بے مقصد چکر ختم نہیں ہوا۔ تھا جو اس کی سربلند برف پوش چوٹیاں اسی طرح بے معنی مسکرا رہی ہیں ۔۔۔ سندھ اسی طرح چنگھاڑتا رہا ہے ۔۔۔ آفتاب سدا اسی طرح دمک رہا ہے ۔۔۔ گھاس سدا اسی طرح لہلہاتی رہی ہے اور دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا وہی گھسا پٹا چکر ۔۔۔! سارا سال کھیتوں میں خون پسینہ ایک کر کے فصل تیار کرو تو اس لئے کہ زمین دار کے کارندے کیلئے اس کا بیشتر حصہ الگ رکھو ۔۔۔ کیوں ۔۔۔ آخر کیوں ۔۔۔؟ خواجہ صاحب کی کل کی باتیں اب بھی اس کے ذہن میں گونج رہی تھیں ۔۔۔ اماں دلاور ۔۔۔ شہر کی بات ہی اور ہے۔ وہاں صاف اور کھلی سڑکیں ہیں ۔۔۔ مال سے بھری ہوئی دکانیں ہیں ۔۔۔ ہر طرف لوگ ہی لوگ ۔۔۔ جیسے دریا بہتا ہو ۔۔۔ مال کوڑیوں کے بھاؤ بکتا ہے ۔۔۔ میں کہتا ہوں اگر آدمی کو جی کر مرنا ہے تو شہر جا کر جیئے اور وہیں مر جائے ۔۔۔! ۔ دلاور سوچنے لگا کہ یہاں ابھی تک اس کو اور کنبے کے افراد کو کھانے کیلئے ہر روز کچھ نہ کچھ روکھا سوکھا ملتا ہے لیکن

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

یہاں عمہ ماگرے جیسے لوگ بھی ہیں۔ جو زمیندار کا قرضہ ـــــ اس کا سود در سود ادا نہیں کر پاتے۔ اس لئے جب زمین دار کا کارندہ آکر سے گالیاں دیتا اور اسے بُرا بھلا کہکر چلا جاتا تو غریب لیکن غیور عمہ ماگرے کیلئے قرض خواہ کی یہ گالیاں ناقابل برداشت ہو گئیں اور اس نے قرضہ ادا کرنے کے لئے جنگلی جھاڑیاں ابال کر کھانا شروع کر دیں تاکہ وہ بچا سکے وہ اپنے کتے کو مکئی کی روٹی کھلاتا اور خود اکثر بھوکا سو رہتا۔ مسلسل بھوکا رہنے سے اس کو دق ہو گئی۔ بیچارے نے اپنا مرض چھپائے رکھا اور پیہم کام کرتا رہا لیکن انجام کار ـــــ مرض نے پوری شدت سے اُسے دبوچ لیا اور اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی یہ سوچتے سوچتے عمہ ماگرے کی لاش دلاور لون کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی جب دلاور لون نے آخری بار عمہ ماگرے کی لاش کو دیکھا تھا تو مرحوم کے سرہانے کے پاس تین روپے سے زیادہ کی اکنیاں اور دونیاں بکھری ہوئی تھیں ـــــ!

بال تل کا ہر فرد ایک عمہ ماگرے تھا جو ناکردہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے یہ بلکتی اور سسکتی زندگی گذارنے پر مجبور تھا۔ ان کے دلوں میں کوئی ارمان نہیں ـــــ کوئی خوشی نہیں ـــــ ان کے چہرے پژمردہ ہیں۔ ان کی آنکھوں میں نہ لو ہے نہ بصارت ـــــ دلاور کے دل کی عمیق گہرائیوں میں ایک انجانا درد پیدا ہوا۔ وہ لکڑی کے پل سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی شرعی داڑھی، مونچھوں، اس کے میانہ قد، اس کے میلے پھرن، اس کے ابھرے جبڑے، اس کے سرخ گال، اس کے پیلے دانت ـــــ ہر عضو سے ایک نئے عزم، ایک نئی امنگ صاف ابھر رہی تھی ـــــ! وہ لمبے ڈگ بھرتا ہوا گھر کی طرف بڑھنے لگا ـــــ سبزے سے لہلہاتے ہوئے کھیت سنہری دھوپ میں گہری نیند سو رہے تھے۔ وہ کھیتوں میں کام کرنے والے کسانوں کے طنزیہ سوالوں کا جواب دیتے ہوئے گھر پہنچا تو ماں کو گھر کے دروازے پر دھوپ کی تپش کھاتے دیکھا ننگ دھڑنگ بچے دھول میں کھیل رہے تھے۔ بڑھیا یہ سوچ کر مسرور ہو اٹھی کہ بیٹا آج سارا دن گھر میں ہے اور وہ اس سے خوب دل کھول کر باتیں کر سکے گی لیکن دلاور کے لئے یہ نہایت ناخوشگوار فریضہ تھا۔ وہ کمرے کے اندھیرے میں اونگھتے ہوئے شہر کی شفاف سڑکوں ـــــ بڑے بڑے ٹانگوں، دیو قامت آسمان کو چھوتے مکانوں ہوٹلوں اور بازاروں میں رقص کرنے والی "حافظاؤں" جن کا جلال انگیز حسن ان دیہات میں جنم جنمانتر کے بعد بھی نہیں دیکھا جا سکتا، اور آگ کا وہ چھوٹا سا گولہ ـــــ جس میں کہیں آسمانوں سے نہ بجھنے والی بغیر دھوئیں کی روشنی آتی ہے ـــــ! غرض ہر منظر دل کے شیشے پر نقش تھا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

باہر کسی اجنبی کی آواز سن کر وہ بیدار ہوا تھا۔ یہ شخص شہری علاقہ کے ریشمی کپڑے کا ایک گھومنے پھرنے والا بیوپاری تھا اور ان لوگوں میں شامل تھا جن کا ذریعہ معاش صرف یہی ہے کہ موسم بہار میں سامانِ تجارت لے کر دور دراز دیہات کا سفر کرتے ہیں۔ اس وقت اس کے پاس ریشمی پارچہ جات کے صرف چند ٹکڑے باقی رہ گئے تھے لیکن یہ کپڑا اس قدر گھٹیا اور موٹا تھا کہ یال تل کے رہنے والے ہی اس کے مستحق تھے۔ اتفاق سے بیوپاری گاؤں میں داخل ہوتے ہی پہلے دلاور کے مکان پر آیا۔ اس نے ایک بڑھیا اور اس کے جوان بیٹے کو بیکار وقت گزارتے دیکھ لیا تھا ــــ اس نے خالص کاروباری مسکراہٹ کے ساتھ کہنا شروع کیا:

"میں اپنے وطن واپس جا رہا ہوں۔ اب میرے پاس عمدہ قسم کے پارچہ جات کے چند گز لمبے ٹکڑے باقی بچے ہیں۔ گرمی کے ایام کے لئے یہ بہترین لباس ہے اور گاؤں والوں نے مجھے بتایا ہے کہ ان دیہات میں آپ سے زیادہ کپڑے کی کوئی پہچان رکھتا نہیں"

"کپڑا اٹھالو اور یہ قینچی کی طرح چلنے والی زبان بند رکھو ــــ" ماں نے حکم دیا۔

بیوپاری کپڑا دکھانے لگا اور تعریفوں کے پل باندھنے لگا لیکن بڑی بی کیونکر چپ کہاں رہ سکتی تھی" ــــ ہاں ہاں ــــ تم لوگوں کے یہ کپڑے کیا کہنے۔ ادھر پہنو اور ادھر ایک ہی دھلائی میں تار تار ــــ تم جانو میں نے بچپن میں سالہا سال تک اپنی ماں کا کپڑا استعمال کیا اور یقین جانو دلاور کے بابا سے میری شادی کے وقت تک وہ قابل استعمال رہا ــــ!!" یہ کہتے کہتے ماں نے دلاور کو نزدیک آنے کا اشارہ کیا اور چھوٹے لڑکے کو کھیتوں کی طرف دوڑا دیا ــــ ماہتاب کو بلانے ــــ!

آدم شناس بیوپاری خوش اخلاقی سے ہنس دیا اور ایک نیا کپڑا دکھاتے ہوئے کہنے لگا۔ "یہ نہایت عالیشان کپڑا ہے۔ اس کی قیمت میں نے اس لئے کم کر دی ہے کیونکہ اس بار شہر میں حالات ٹھیک نہیں ہیں اور شمال کی جانب جنگ چھڑ جانے کا خطرہ ہے۔

کپڑا ماں کے ہاتھوں سے گر پڑا ــــ!

"یہ اب کونسی جنگ چھڑنے والی ہے؟" اس نے پوچھا

"ہماری جنگ نہیں بڑی ماں ــــ یہ ان فرنگی لوگوں کی شرارت ہے۔ ہم لوگ تو ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر کے زیر سایہ ہیں۔ ہماری خوشحالی میں کیا شک ہے؟ وہ تو کہو ہماری ریاست کی کل آمدن کا لگ بھگ ۳۰ فیصد اس وقت تعلیمی اخراجات پر صرف ہوتا ہے۔ اب تو ہمارے پانچ فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہو گئے ہیں۔ ہیں ہیں ہیں"

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دلاور لون بیوپاری کی ان باتوں کو غور سے سن رہا تھا لیکن اس کی توجہ اس کی باتوں سے زیادہ اس کپڑے میں تھی جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ کپڑا دلاور کو پہلی ہی نظر میں بھا گیا۔ یہ ایک نہایت نفیس اور جاذب نظر کپڑا تھا۔ اس کے شوخ نقش نگار ماں کی نیم دھندلی آنکھوں میں بھی بکھر کر گئے۔ اس وقت ماہتاب آگئی۔ اس نے کپڑا دیکھا۔ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ اس کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی ——

"نہیں بھیا! ہم لوگ اتنا قیمتی کپڑا خریدنے کی طاقت نہیں رکھتے —!" اس نے تیز لہجے میں فیصلہ سنا دیا۔

"ہیں ہیں ہیں — اجی ایسا کپڑا — ایسی مضبوطی اور ایسی رنگت اور پھر اتنا سستا!" اجنبی برابر کہہ رہا تھا۔ آخر تنگ آکر ماہتاب نے نصف قیمت بتا کر بیوپاری کو ٹالنا چاہا۔ لیکن بیوپاری نے کپڑا سمیٹ کر اس کے حوالے کیا۔ بہرکیف بات طے ہوگئی۔ ماہتاب نے اپنے مٹی کے برتن میں رکھی اپنی ساری پونجی لا کر بیوپاری کے آگے رکھ دی —— یہ اس کا گرانقدر اثاثہ تھا جو شادی کے وقت اس کی ماں نے اس کے ہاتھ میں رکھا تھا اور ماہتاب اسے کسی آڑے وقت کے لیے پس انداز کرتی رہی تھی۔ انگلیوں سے بکھرے برتن کو گنا گیا۔ تو یہ بیوپاری کو دی جانے والی رقم سے کچھ تھوڑی سی تھی۔ اچانک ماہتاب برتن کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر چلائی ——

"نہیں میں یہ روپے اس نکھٹو کے لباس پر ضائع نہیں کروں گی۔"

دلاور کا چہرہ کنپٹیوں تک جل گیا۔ اس نے ماہتاب کو پکڑ کر خوب پیٹا۔ برتن اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ سکے نیچے بکھر گئے لیکن اس سے قبل کہ بیوپاری ڈر کر بھاگ جاتے دلاور نے پیسے اکٹھے کر کے اس کے حوالے کئے اور اپنا من پسند کپڑا لے کر بیوپاری کیسا تھ رفو چکر ہو گیا —— !

جب ماہتاب اپنے ماتھے کا زخم دھو کر اور اپنے بچوں کو کھلا کر باہر آئی تو دلاور لون کپڑا ابراہیم درزی کو دے کر باہر اخروٹ کے درخت کے سایے میں بیٹھا تھا۔ ماں ماہتاب کے تیور دیکھ کر نہ جانے اناپ شناپ کیا بڑبڑاتی رہی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سہ پہر کے آخری لمحے تھے۔ جب ماہتاب چونک کے جاگ اٹھی۔ وہ صحن میں زمین پہ لکڑی کے ٹھنڈے اور نرم بُرادے کے ڈھیر پہ سو گئی تھی۔ آسمانوں کی بلند ریوں سے اترنے والے بھورے بھورے لطیف بادلوں کے جھرمٹ صنوبر کے درختوں سے گلے مل کر اپنے ساتھ خوشبو کی مہک لا رہے تھے۔ ماہتاب اب قدرے سکون محسوس کر رہی تھی۔ وہ آج سارا دن روتی رہی تھی ـــــ نہ جانے کہاں سے ہزاروں برسوں کے رُکے ہوئے آنسو اُس کے دل و دماغ پہ آبرسے تھے ـــــ وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی تھی ـــــ آنسو نہ کتنے ہی تہائیں تھے ـــــ پھر نہ جانے کب وہ وہیں روتے روتے سو بھی گئی تھی۔ آس پاس بیمار کلیاں تھیں، ندی کا ترنم تھا ـــــ سنددھ کی گنگناہٹ تھی ـــــ پرندوں کا رقص تھا ـــــ ویرانے سے سہمی ہوئی جنگل کی طرف جانے والی پگڈنڈی تھی ـــــ جنگلی گھاس پہ اڑنے والی زرد اور خاموش تتلیاں تھیں ـــــ لیکن اس کی بوجھل پلکیں کھلتی ہی نہیں تھیں۔ وہ درد کی عمیق گہرائیوں میں مستغرق تھی ـــــ ایسی فضاؤں میں جہاں تاریکی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ وہ ان ہولناک اور نہ ختم ہونے والے اندھیروں میں ڈوب گئی تھی اور تب طوفانوں کے ہچکولوں میں ڈوبنے ابھرنے کے بعد جب وہ جاگ اٹھی تو اس کے اندر ایک شیتل ندی کا بہاو تھا۔ صرف جسم کا درد باقی تھا جگہ جگہ پر خراشیں آ گئی تھیں۔!

لیکن اس کے دل میں اب نفرت نہیں تھی بلکہ محبت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا ـــــ! وہ آہستہ سے اٹھی۔ سر ابھی تک درد کر رہا تھا، لیکن وہ اندر چلی آئی۔ آٹا نکالا اور روٹی بنانے کا اہتمام کرنے لگی۔

وہ ساری شام ماہتاب نے دلاور لون کی راہ تکتے تکتے گزار دی۔ وہ خاموشی سے کھانا بناتی رہی اور سوچتی رہی کہ دلاور لون اپنا من پسند پکوان دیکھ کر کس قدر خوش ہوگا وہ آج صبح ابراہیم درزی سے نیا جوڑا سِلا کر لایا تھا اور اسے زیب تن کئے کسی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نامعلوم منزل کی طرف نکل گیا تھا۔ جاتے جاتے بھی ماہتاب نے اس کے نئے جوڑے کو ایک نظر نہیں دیکھا۔ حالانکہ اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ نیلے رنگ کی ملبوسات دلاور پر خوب جچتی ہیں ——!

کھانا تیار رکھ کر گاؤں کی گلی پر آ کر وہ اس کی راہ تکنے لگی لیکن وہ نہیں آیا۔ گاؤں کا چرواہا مویشیوں کو واپس اپنے اپنے گھروں کی طرف ہانکنے لگا۔ سنسان پگڈنڈی دھول میں لپٹ گئی۔ ماہتاب سوچنے لگی کہ دھول چھٹ جانے کے بعد خلاء میں دلاور کا محبوب چہرہ ابھرے گا اور وہ اسے اپنے سامنے کھلا پلا کر سارے گلے شکوے بھول جائیگی —— لیکن —— دلاور کا دور دور تک کہیں پتہ نہیں تھا۔ اسی وقت اس کا بڑا لڑکا اپنی بہن کو سہارا دیتا ہوا واپس آ گیا۔

"بابا کو دیکھا ہے کہیں!"

دونوں بچوں نے خوف زدہ ہو کر نفی میں جواب دیا —— ادھر ماں کو بھوک ستانے لگی اور وہ اپنی مخصوص آواز میں کہنے لگی۔ "بھو بھوک کے مارے میرا بُرا حال ہو رہا ہے۔ اب میں اور انتظار نہیں کر سکتی —— جانے کب آئے وہ ——؟"

ماہتاب نے بڑھیا کے سامنے کھانا رکھا اور بچوں کو خود ہی کھلانے لگی۔ لیکن دلاور لون کے لئے خصوصی چیزیں بچا کر رکھیں۔ "جانے بھوکا پیاسا کب آئے!" اس کی اپنی بھوک جیسے مر چکی تھی۔ سارا گاؤں خاموشی اور اندھیرے میں کھو گیا۔ کمرے میں بھی تاریکی اور خاموشی باہوں میں باہیں ڈالے اونگھ رہی تھیں۔ لیکن ماہتاب بچوں کو سلا کر کھڑکی سے لگی انتظار کرتی رہ گئی۔ اس کے کان آہٹ پر لگے تھے۔ اس کی نگاہ پل کو سکتہ ہو گیا تھا ——! آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ دلاور لون کھانے کے وقت پر گھر نہ آیا ہو —— اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے سر اٹھانے لگے اس کی پلکیں بھیگنے لگیں۔ کبھی کبھی ہوا کا جھونکا آتا اور چراغ کی لو تھرا اٹھتی مال اور بچے سامنے سوئے پڑے تھے۔ کہیں دور جنگل کی تاریکی میں انگارے کی سی چمکتی ہوئی آنکھیں نظر آتیں —— گیدڑ چیخ اٹھتا اور دو چار بھیڑیئے اکٹھے ہو کے شور مچاتے پھر چاروں طرف سناٹے کے دشت بیکراں کی حکمرانی رہتی۔ ماہتاب کی تمنا پگھل پگھل کر ٹپک رہی تھی —— اور تب ویرانے کے پھول نے اپنی آنکھیں بند کر دیں —— چاند ڈوب گیا —— دودھیائی کہکشاں ماند پڑنے لگی۔ سندھ کا شور اور جنگلی پھولوں کی مہک سے بوجھل ہوا کے جھونکوں کی سرگوشیاں سنتے سنتے ماہتاب نے جاتی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہوئی رات کا دامن تھام لیا اور سو گئی ـــــ !!

اب ایک نئی صبح طلوع ہو رہی تھی ـــــ !
مشرق سے قرمزی کرنوں کے پیغام آ رہے تھے ـــ !
اندھیرے روشنیوں سے لپٹ رہے تھے ـــ !

ماہتاب گھر کے کام کاج سے فراغت حاصل کرتے ہی صبح صبح ہی اپنے رشتے کے دیور ماتم دین کے پاس آئی۔ وہ کھیتوں میں جانے کی تیاری کر رہا تھا ـــــ "تمہارا بھائی کل شام گھر نہیں لوٹا ـــــ نہ جانے کیا بات ہے! ـــ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا" یہ کہتے کہتے ماہتاب کی آنکھیں چھلک اٹھیں ـــ ؟
"اچھا یہ بات ہے ـــ تبھی تو کل نئے نیلے لباس میں بڑا بانکا لگ رہا تھا اور سونہ مرگ کی طرف جا رہا تھا ـــ !"
"سونہ مرگ کی طرف ! ـــ " ماہتاب حیرت زدہ تھی
"ہاں کہہ رہا تھا ـــ زمیندار نے بلا بھیجا ہے ـــ !" ماتم دین نے کہا اور ماہتاب کا دل جیسے ڈوب گیا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ماہتاب نے آنکھیں کھولنی چاہیں ــــ مگر ــــ اس کے پپوٹوں پر جیسے کوئی بھاری بوجھ رکھا ہوا تھا ــــ سر ہلانا چاہا ــــ مگر وہ تو جیسے بھاری پتھر تھا جو حرکت ہی نہ کر سکے اور پھر ــــ بڑی دیر کی جدوجہد کے بعد اس کی سوجھی آنکھیں ذرا ذرا سی کھلیں۔ بہت کوشش کر کے گردن ذرا گھمائی ......

اس کے بیچ سے نمودار ہونے والی نئی زندگی اس کے ساتھ ہی نیم دراز تھی۔ ایک پیارا بھرا تبسم اس کے بے رنگ لبوں پر ابھر آیا۔ بے اختیار اس کا جی چاہا کہ وہ اس ننھے فرشتے کو چوم لے مگر آہ ــــ اس کے بازو، اس کا انگ انگ بے جان تھا۔ اس کے بال درد زہ کے پسینے سے اب بھی نم تھے اور آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں تھیں۔ اب دھنسی ہوئی یہ آنکھیں بے قراری سے چاروں طرف گھومیں۔

تمام دین کی پیکر خلوص و شفقت بیوی گلابی اس کے سرہانے بیٹھی اس کا ماتھا دبا رہی تھی۔ اور نوزائیدہ کے لئے کپڑوں اور مشروبات کا اہتمام کر رہی تھی۔ گلابی نے ہمیشہ بُرے وقت میں ایک ڈاکٹرنی کی طرح ماہتاب کی نگہداشت کی تھی۔ اس کی اس پرانی ساتھی ــــ وفادار سہیلی اور نیک رشتہ دار نے اب تک کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑا ــــ! اب جب کہ بال بچے کے دیگر پرسان حال کچھ مطمئن ہو کر اپنے اپنے گھروں کو واپس جا چکے تھے اور اس کے بچے باہر ٹہل ٹہل کر رات بِتا رہے تھے۔ ماہتاب نے نہایت نقاہت سے کہا:۔

"گلابی میرے بچے کہاں ہیں ــــ! انہیں میرے پاس لے آؤ ــــ!"

اچانک اس کا بڑا لڑکا اپنی ماں کو ہوش میں آتے دیکھ کر اندر آیا۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کی بہن بھی تھی۔ ماہتاب نے دونوں کو پیار کیا۔ بڑا لڑکا گلابی سے معصوم

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

لہجے میں کہنے لگا:-

"موسی ــــ دیکھو تو میرا ایک اور بھائی پیدا ہوا ! ـــ !"

"ارے پگلے ـــ اسے تو میں لائی ہوں ـــــ !" گلابی نے شرارت سے کہا لڑکا گہری سوچ میں پڑ گیا" ـــ تو ـــ اسے ہمارے پاس رہنے دو نا موسی ـــ کتنا پیارا ہے یہ ـــ !"

اس کی اس بات پر گلابی اور اونگھتی ہوئی ماں نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

"ماں ہمپوش ـــــ" ماہتاب نے رک رک کر اپنی چھوٹی لڑکی سے کہا۔ وہ بڑے پیار سے اسے ہمپوش کہا کرتی۔ یہ نام بھی ماہتاب نے ہی رکھا تھا۔ وہ کہا کرتی تھی کہ "میری بچی کی آنکھیں گنگربل کی جھیل میں کھلنے والے شاداب کنول کی سی ہیں"۔ جب یہ لڑکی پیدا ہوئی تھی کہ اس کی آنکھیں دیکھ کر ساری بستی ششدر رہ گئی تھی۔ ماہتاب اپنی اس تخلیق پر نازاں تھی۔

"وہ ماں ـــــ اپنے بابا کیا اب کبھی نہیں آئیں گے" ہمپوش نے اپنی آنکھیں دباتے ہوئے کہا۔ ماہتاب کی بند آنکھوں کے گوشوں سے سنہرے نکھرے پانی کی دو بوندیں نکلیں اور گندے وسخت تکیئے میں جذب ہو گئیں ـــــ!

دوسرے دن زچہ بستر سے اٹھ بیٹھی۔ تیز درد کی لہریں اسے اپنے پیٹ اور پیٹھ میں محسوس ہوئیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے جسم کا ہر عضو بغاوت پر تل گیا ہے۔ لیکن چولہے چکی کی فکر نے تمام درد بھلا دیئے۔ وہ باہر آئی۔ ابتدائی خزاں کا من مارا آفتاب آگ اگل رہا تھا۔ گھر میں وہی بے نام اداسی اور سناٹا تھا ـــــ نوزائیدہ کو ماں کی گود میں دے کر وہ کھانا تیار کرنے لگی ـــ وہ نسوار کی ایک بڑی چٹکی کو شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے دانتوں پر ملنے کے بعد بڑبڑانے لگی:-

"ارے بہو! ـــ یہ تو نہ دیکھا نہ سنا۔ لوگ کہتے ہیں کہ دلاور شہر گیا ہوا ہے تم بھی یہی کہتی ہو۔ لیکن مجھ سے اس نے کچھ بھی نہیں کہا ـــــ کیا میں اب اس گھر میں اتنی گئی گزری ہو گئی ـــــ!" چولہے سے لپکنے والے شعلوں میں ماہتاب کا بے جان چہرہ تمتما رہا تھا ـــــ

"تم خاطر جمع رکھو ماں ـــ فکر کی کوئی بات نہیں ـــ وہ مجھ سے بدلہ لینے کیلئے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

وہ ایک دنوں کے لئے قصبے میں خرمستی کرنے گیا ہوگا اور زمیندار نے بھی تو بلا دا بھیجا تھا۔ تھک ہار کر کچھ دنوں تک ہی واپس چلا آئے گا ——!" یہ خبر بوڑھی ماں کے لئے مژدہ جانفزا سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ وہ بے تابی سے کھانے کا انتظار کرنے لگی۔!

لیکن ماہتاب کو یقین تھا کہ دلاور بال نل ہے، اس کی زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بھاگ گیا ہے۔ تین ننھے بچوں اور ایک بڑھیا کے ساتھ اُسے تنہا چھوڑ گیا ہے —— وہ چلا گیا تھا —— شاید پھر کبھی نہ آنے کے لئے ——!

بہار کی آمد کے ساتھ ہی زخموں کی بہار بھی آ گئی تھی ——!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

زہلین کی طوالت طے ہوتی رہی ــــ دن گذرتے گئے لیکن وہ نہیں آیا ــــ فصل کی کٹائی کے ایام ایک بار پھر آگئے تھے۔ ماہتاب سارا دن کھیتوں میں کام کرتی۔ ماہم دین کبھی کبھی کھیتی باڑی میں اس کا ہاتھ بٹاتا رہا ــــ وہ ایک پرخلوص اور خاموش مددگار ثابت ہوا۔ وہ ہر روز صبح سویرے اٹھتی۔ بچے اور بڑھیا ابھی سوئے ہوتے۔ وہ ان کے لئے چائے اور کھانا تیار رکھتی۔ مویشیوں کو دانا دیتی۔ ایک ہاتھ میں درانتی لیتی اور دوسرے بازو میں بچے کو اٹھا کر ایک مشین ــــ ایک بے جان پتھر کی طرح معمول کے کام میں لگ جاتی۔ بچہ اب خاموشی سے گھاس پر لیٹ کر ماں کو کام کرتے ہوئے تکتا رہتا تھا۔ کبھی کبھی وہ کیچڑ میں بھی ہاتھ مارتا تھا اور اپنے چہرے کو مٹی سے لت پت کرتا کبھی کبھی بھوک کی شدت کی وجہ سے رونے لگتا۔ لیکن ماہتاب بھلا کیا کر سکتی تھی؟ اسے تو دو دو آدمیوں کے کام سے اکیلے نپٹنا تھا ــــ اگر بچہ روتا ہے تو روتا رہے کام سے فراغت کے بعد تھکن سے چور ہو کر وہ اخروٹ کی درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر بچے کو دودھ پلاتی۔ روتا بلکتا بچہ ماں کی پناہ میں آتے ہی چپ چاپ دودھ پیتا ــ! دن رات کی بے پناہ محنت نے اسے ھڈیوں کا ڈھانچہ بنا کے رکھ دیا تھا۔ وہ سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھی۔ لیکن بچے کے لئے اس کے جسم میں دودھ کا کافی ذخیرہ موجود رہتا اس کا وجود صرف بچوں کے لئے تھا اور اس کی ممتا ــــ بچوں کو پروان چڑھانے کے لئے اپنے جسم کو بھی ختم کر سکتی تھی

خزاں کا ایک اداس دن تھا ــــ

غظیم گھنیرے صنوبر ــ طویل القامت لمبے لمبے، قطار در قطار ــ ٹھنڈے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سایوں والے چنار کے درختوں سے پتے جھڑ جھڑ کر گر رہے تھے۔ آس پاس کی زمین پر زرد زرد پتوں کی شطرنج سی بچھی ہوئی تھی۔ مرجھائے ہوئے پھولوں کی پنکھڑیاں چاروں طرف ہوا میں منتشر ہو رہی تھیں۔ غمگین اداسی ماہتاب کے دل پر محیط تھی۔ وہ صحن کے باہر اخروٹ کے درخت کے نیچے دور ــــ بہت دور ــــ دھول میں دھندلاتی ہوئی رہ گذر کو ٹکٹکی لگائے دیکھ رہی تھی ــــ اب فصل کی کٹائی کا کام بھی اس نے کسی نہ کسی طرح مکمل کیا تھا۔ لیکن دلاور لوٹ اب بھی نہیں آیا تھا ــــ تاریک راتوں اور کھیت میں گذرنے والے طویل دنوں کا کوئی لمحہ دلاور کی یاد ــــ دلاور کے انتظار کے بغیر نہ گذرتا ــــ امنگیں اور آرزوئیں بھولے بسرے خواب کی مانند ایک مدت ہوئی اس کے دماغ سے محو ہو چکی تھیں اب تو اس کی زندگی ایک ایسے خاموش دریا کے مانند گذر رہی تھی جس میں مدت سے کوئی تلاطم ــــ کوئی طوفان نہ آیا ہو۔ زندگی کی تصویر کے سارے نقوش پھیکے پھیکے بے رنگ معلوم ہو رہے تھے۔ ہوائیں سسکیاں بھرتی ہوئی اس کے پاس سے گذر رہی تھیں۔ فضا میں پت جھڑ کے اداس گیت کے بول رچے ہوئے تھے ــــ کہیں دور ــــ گاؤں کے کسی گوشے میں فصل کاٹنے سے فراغت حاصل کرنے کی خوشی میں گاؤں کی چند دوشیزائیں ایک لوک گیت گا رہی تھیں۔ ماہتاب اس گیت کے ترنم میں ایسے کھو گئی کہ اسے اپنی سدھ بدھ ہی نہ رہی:

اے میری سہیلی ــــ مجھے "قزاق تیبر" مت کہہ
میں چرواہے کی لڑکی ہوں اور میرا مائیکہ نیور کے چراگاہوں میں ہے
میرے محبوب نے حیلے بنا کر مجھے اسیر کر لیا۔
لیکن ابھی پگڈنڈی کا سینہ بھیڑوں کی آواز سے گونجا بھی نہ تھا
ابھی گنگہ بل کی جھیل پر کنول کے چراغ روشن نہ ہوئے تھے!
ابھی برف کے ٹکڑے جنگل میں پھولوں کی طرح کھلے تھے ــــ
کہ میرا یار ڈل کی سیر کرتے چلا گیا
میں کب سے اس کے انتظار میں ہوں
لیکن وہ دوسروں کی محبت میں مست ہو گیا ہے
میں اپنے ریوڑ کے پیچھے چلتے چلتے تھک کر چور ہو گئی ہوں۔
اس کی صورت میری آنکھوں میں مچلتی ہے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تمہیں میرے پیار کی قسم
میرے محبوب
بس ایک بار آجاؤ
میں تمہیں جام بھر بھر کر شراب پلاؤں گی
میں تمہارے قدموں پر اپنے آپ کو نچھاور کردوں گی ——!
زندگی کی تاریک راہوں میں محبت کا چہرہ بے نور ہو گیا ہے
میں کون سے چاند کو پکاروں
کس روشنی کی طرف بھاگوں ——؟
کس سورج کو طلوع ہونے کا واسطہ دوں ——؟
اے میری سہیلی مجھے قزاق تیر مت کہہ۔

اچانک ایک آواز نے اسے چونکا دیا ——!

دور سرخی غبار میں ایک گھوڑ سوار پال تل کی طرف آرہا تھا —— وہ اسے پگڈنڈی پر گذرتے ہوئے —— جنگل کے خطرناک موڑ پر بھی گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے دیکھتی رہی —— وہ ایک نرالی شان سے آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا اس کے سامنے آکر رک گیا ——

یہ زمیندار شری نارائن جو کا کارندہ حشمت خان تھا۔ پرانا کارندہ اب زمیندار کے کام کا نہیں رہا تھا۔ حشمت تیس برس کا رہا ہوگا۔ گٹھا ہوا —— سانولا —— جب ہنستا تھا تو بجلی سی کوند جاتی تھی اور جب آنکھیں اٹھاتا تھا تو آگ کے شعلے سے لپکتے ہوئے دکھائی دیتے۔ اس کا باپ جنگلات میں معمولی ملازم تھا اور اس لئے جنگلات اور جنگلی علاقوں سے گہری اٹوٹ محبت کا ناطہ حشمت خان کو اپنے باپ سے ورثے میں ملا تھا۔ حشمت کی ماں اس کے بچپن ہی میں مر گئی تھی۔ اس کے باپ نے دوسری شادی نہیں کی۔ حشمت اپنے باپ کے ساتھ جنگلوں میں پروان چڑھا۔ سال میں تین چار ماہ مشکل سے شہر میں رہتا تھا۔ کبھی کبھار تو گھنے جنگلوں اور رکھوں میں رہتے ہوئے وہ برسوں تک قصبے کی صورت نہیں دیکھتا تھا —— اس کی زندگی کے بہترین لمحے وہی ہوتے تھے جب وہ جنگل میں شکار پر جاتا تھا۔ وہ جنگل کے ٹیڑھے اور اندھیرے راستوں سے واقف تھا۔ لیکن شہر کی گلیوں میں اسے گھٹن ہو جاتی تھی۔ باپ نے حشمت کے تیور پہچاننے میں ذرا بھی چوک

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نہیں کی اور اسے زمیندار کے ہاں نوکر کر دیا۔ زمیندار کو بھی حشمت کے روپ میں اپنے مفادات کا بہترین محافظ مل گیا تھا۔! —— ماہتاب کو دیکھ کر وہ دھک سے رہ گیا —— گھوڑا بدھک کر اپنی پچھلی دو ٹانگوں پہ کھڑا ہو گیا۔ اس کی ہنہناہٹ سے ماحول کا سکوت تار تار ہو گیا۔ گھوڑے کی لگام کس کر حشمت نے اپنے کندھے پر لٹکی ہوئی رائفل کو درست کیا۔ اس کی نظریں مسلسل ماہتاب کے سڈول جسم کا جائزہ لے رہی تھیں —— یہ سنگ مرمر جیسی پنڈلیاں یہ خطرناک شملت —— یہ ہیجان خیز زاویے ——!

ایک لمحے کیلئے حشمت نے اپنے آپ کو بال نل کے اس حسینہ کے سامنے بالکل حقیر اور بے بس پایا۔ گھوڑے سے نیچے اترا اور ماہتاب کی اور بڑھنے لگا۔ اس کے جسم سے مست کر دینے والی خوشبو آرہی تھی۔ ماہتاب اٹھ کر دروازے کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔

"کہاں ہے ولاور لون؟" اس نے پوچھا۔

ماہتاب نے بوڑھی اماں کی طرف دیکھا جس کے ماتھے پر تفکرات کی سلوٹیں، ضعیفی کے نقوش بن کر رہ گئی تھیں "میرا بیٹا اب شہر میں کام کرتا ہے —— کھیتی باڑی کا کام ہم لوگ خود کرتے ہیں"

"اچھا میں کل گاؤں کے مقدم* کے ہمراہ پھر آؤں گا —— زمیندار کے فصل کا حصہ وصول کرنے ——!" وہ شان بے نیازی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور دور تک پیچھے مڑ مڑ کے دیکھتا رہا ——

دور —— تھاجواس کے سلسلے کی کھوری کھوری مہیب چٹانیں اپنے بازوؤں میں صدیوں کی طوالت سمیٹے چپ چاپ کھڑی تھیں ——!!

---

* نمبردار کو کشمیر میں "مقدم" کہتے ہیں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ماہتاب آج ساری صبح دور فضاؤں میں تکتی رہی۔ اس کا ذہن مردہ خیالات کے بوجھ سے دب گیا تھا۔ اُسے اب ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے بے جان اور بے حس خیالوں نے اس کے گرد ایک قبر سی بنالی ہو جس کے اندر اس کا جسم اور اس کا ذہن گل سڑ رہا ہو۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے آج اس کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا ہو۔ کیونکہ آج اس کے خون پسینے سے حاصل کئے گئے اناج کا بٹوارہ ہوگا۔ آج گاؤں والے دل کھول کر اس کے بارے میں باتیں کریں گے۔ حشمت خان کا خیال آتے ہی پنجرے میں اسیر پرندے کی طرح اس کا دل بیٹھنے لگا۔ گاؤں کے مقدم کے جھونپڑے میں جہاں حشمت خان ٹھہرا ہوا تھا، بال تل کے لوگ ایک ایک کر کے جمع ہو رہے تھے — جاگیردار کے کارندے کو سلام کرنے — وہ اس کے سامنے سربسجود تھے —!
ماہتاب نے سینے میں اٹھتی ہوئی آہ کا گلا گھونٹنا چاہا لیکن یہ خیال اس کے لئے سوہانِ روح بنا ہوا تھا کہ ابھی ابھی پیداوار کا بٹوارہ ہوگا اور اس کے کھلیانوں کی اناج تقسیم کر دی جائے گی جس کو اگانے میں اس نے بے پناہ عرق ریزی کی۔ جس کو اپنے خونِ جگر سے سینچا — جس پر اسے ہل چلاتے پڑے — بیج بونے پڑے — ایک ایک پودے کو اگا کر بڑا کرنے اور بڑا کر کے ثمرہ حاصل کرنے میں کتنے یگ بیتے ہیں۔ لیکن اس کے ثمرہ میں کیا دیر لگتی ہے —؟ ایک حصہ مہاراجہ بہادر کا —! ایک حصہ زمیندار پنڈت نارائن جو کا —! اور ایک حصہ زمین دار کے کارندے حشمت خان کا —! اتنی تقسیم کے بعد محنت کا مینار بتدریج نیچے آتا رہتا ہے — محنت بے کار نظر آتی ہے۔ کمی کے بھٹے غائب ہوتے جاتے ہیں اور آخر میں صرف ایک چیز عفریت کی طرح

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کسان کو دہشت زدہ کرتی ہے ـــــ بھوک ـ ؟ دل بوجھل ہو جاتا ہے اور وجود
خیالات کی قبر میں مقید ہو جاتا ہے ــــ !

لیکن دنیا میں کمزور ہونا سب سے بڑا گناہ ہے اناج کی تقسیم کے بغیر کوئی چارہ کار
نہیں اسی پر بس نہیں اُسے کچھ اور بھی کرنا تھا۔ اس نے ایک بڑا امر تھا ــ کئی درجن انڈے
اور گھر میں موجود سکے ہتھیلی میں سمیٹ لئے ۔ یہ حشمت خان کا محنتانہ تھا۔ اس پہاڑوں کی
گود میں سمٹی ہوئی دنیا کی یہی ریت تھی اور ماہتاب ــ ایک عورت ذات روایات سے
انحراف نہیں کرسکتی تھی ۔ !

ٹھیک اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی اس کے بڑے لڑکے نے دروازہ کھولا
باہر حشمت خان کھڑا تھا ــ لبوں پر شوخ مسکراہٹ لئے ۔ اس کے سرخ گال اور
گھنی مونچھیں دیکھ کر ماہتاب اندر آ گئی ۔
حشمت خان کے پیچھے بہت سے لوگ تھے ۔ کیا بوڑھے، کیا جوان ۔ سبھی کالے یا
بھورے چیتھڑوں میں ــ ننگے پیر یا گھاس کے پولے پہنے کھڑے تھے ۔ دہلیز پر اناج
کا ڈھیر رکھا ہوا تھا ـــ مام دین صحن کے ایک گوشے میں حشمت خان سے کہہ رہا تھا۔
"جی حضور ـــ ہم لوگ تو اتنا جانتے ہیں کہ اس عورت (ماہتاب) نے خاوند
کے بھاگ جانے پر ساری گرہستی کا کام اور کھیتی باڑی کا بوجھ اپنے سر لیا ۔ دلاور میرے
رشتے کا بھائی تھا سرکار ۔ لیکن اس کا دل یہاں اچاٹ گیا تھا ۔ روز روز گھر میں
جھگڑا ہوتا تھا ــ وہ بھاگ گیا ــ لیکن یہ عورت ہم سے یہی کہتی رہی ہے کہ شہر سے اس
کا سندیش آیا ہے ۔ وہ وہاں کسی خواجہ صاحب کے پاس نوکر ہو گیا ہے ۔ چار پیسے
کمائے گا تو بیٹی کا علاج کرائے گا اور ......"
"یہ الف لیلیٰ سنانے کے لئے تو ہم نے تجھ سے نہیں کہا ہے" حشمت نے مونچھوں
پہ تاؤ دیتے ہوئے دھمکایا۔
"میں سمجھ گیا حضور ــ آپ کہہ رہے تھے کہ اس کی جوانی کی مہک وادیوں اور
چراگاہوں میں بسی ہوئی ہے اور آپ یہ مہک سونگھنا چاہتے ہیں ۔ لیکن وہ حضور میں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

غلام عرض کر دوں تو آپ ـــ آپ ناراض تو نہیں ہوں گے ـــ!"

"بکو جلدی سے ـــ!" حشمت نے مغلوب الغضب ہو کر کہا۔ مقدم اسے غضب ناک دیکھ کر قریب آیا وہ مام دین کو الگ لے جا کر سمجھانا چاہتا تھا تاکہ اس کا مالک خوش ہو کر بڑی سی بخششیں دے لیکن مام دین نے مقدم کا ہاتھ جھٹک کر حشمت کی آنکھوں میں آنکھیں ملاتے ہوئے کہا:۔

"کیا ہم لوگ انسان نہیں ہیں سرکار ـــ کیا آپ ہمیں بکاو سمجھتے ہیں ـــ کیا ہم سب عصمت فروش ہیں ـــ کیا ہماری کوئی عزت نہیں ـــ!؟" مام دین ـ نحیف ـ کمزور ـ غلام در غلام ـ مام دین میں نہ جانے یہ ہمت کہاں سے آئی تھی۔ وہ خود حیران تھا۔ اس کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔ مقدم نے اسے ایک طرف دھکا دیا وہ نیچے گر پڑا۔ حشمت نے اپنے جوتے سے اس کے چہرے پر ایک زوردار لات رسید کی۔ مام دین کی ناک سے خون بہنے لگا۔ گلابی روتی چلاتی ہوئی اس کا سر گود میں لے کر اس کا زخم صاف کرنے لگی۔ ماہتاب انتہائی خوف اور نفرت سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی لیکن... حشمت خان کی چنگھاڑ سے وہ لرزہ براندام ہو گئی۔ وہ نیم بے ہوش مام دین سے کہہ رہا تھا:۔

"حرام زادے ـــ غریبوں اور غلاموں کی کوئی عزت نہیں ہوتی ـــ عزت کی قدر تو صرف ہم لوگ جانتے ہیں۔ ہماری جو رعایا ہے ـــ ہمارے جو کسان ہیں ـــ یہ ہمارا مال ہیں ـــ ہم جس طرح چاہیں انہیں استعمال کر سکتے ہیں ـــ سمجھا۔ ہا ہا ہا ـ ہا ہا ہا ـــ" وہ فلک شگاف قہقہے لگا رہا تھا۔

بٹوارہ ہو گیا اور بوڑھی اپاہج ماں اپنی ریت کے مطابق مختانہ لے کر زمین دار کے کارندے کی اور بڑھ رہی تھی۔ حشمت خان نے بڑھیا کو ہاتھوں میں مرغا لئے دیکھا تو اس نے بے ساختہ کہا ـــ "بڑھیا! آج شام ہم تیری بہو کا بنایا ہوا کھانا کھائیں گے ـــ یہیں تمہارے گھر پہ ـــ!"

ماں کے اصرار سے مجبور ہو کر ماہتاب شام کے کھانے کا اہتمام کرنے لگی۔ ماں کو اپنی روایات نہایت عزیز تھیں۔ جہالت اور غلامی کی دین کے تمام عقائد اس کیلئے مکرم تھے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

زمین دار کے کارندے کی عزت اور اسے خوش رکھنا واجب تھا۔ ماموں دین کی کھری باتیں اُسے اچھی نہیں لگی تھیں۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ حکمران کے منہ لگا جائے ـــــ وہ بڑا حاکم ہے ـــــ ہمارا مائی باپ ـــــ!" ماں کے کہنے پر ماہتاب پاس کے گاؤں گئی اور وہاں کی واحد نیم کھلی دکان سے آدھ کلو چاول ـــــ راج ماش ـــــ نان ـــــ چائے وغیرہ لے آئی۔ آخر زمین دار کے کارندے کے لئے دعوت کا اہتمام کرنا تھا۔ بچے کمرے کی صفائی کر رہے تھے اور معزز مہمان کے لئے بیتیوں کا بچھونا نہایت انہماک سے تیار کر رہے تھے۔ پکے ہوئے مرغے اور اُبلے ہوئے انڈوں کی اشتہا انگیز خوشبو کی وجہ سے بچے چولہے کے ارد گرد منڈلانے لگے۔ ان کے منہ میں پانی آرہا تھا۔ لڑکے نے حسرت بھرے لہجے میں کہا:-

"کاش یہ مرغا ہم لوگوں کے لئے بنا ہوتا ـــــ!"

"ارے کم بخت جانتا نہیں ـــــ! ایسی چیزوں پر صرف بڑے لوگوں کا حق ہوتا ہے۔" ماہتاب نے اُسے ڈانٹا۔ وہ باہر دیکھنے لگی جہاں آفتاب پہاڑوں کی اوٹ میں چھپ چکا تھا لیکن اس کی لالی منتشر ہو کر افق پر پھیلی ہوئی تھی۔ ویران کھیت آہیں بھر رہے تھے۔ اچانک حشمت خان اور مقدم اندر آتے دکھائی دیئے۔ بڑھیا نے انہیں بٹھایا۔ لیکن حشمت کی نظریں چولہے کے عقب میں بیٹھی ماہتاب سے ہٹتی ہی نہیں تھیں۔ دستر خوان بچھایا گیا اور مہمان دعوت شیرازی سے محظوظ ہونے لگے ـــــ یہاں تل کے باسیوں کے لئے یہ ایک عظیم دعوت سے کم نہیں تھی ـــــ! بوڑھا مقدم حقہ گڑگڑاتے ہوئے اونگھنے لگا۔ حشمت نے سگریٹ کو مسل دیا۔ اس کے لبوں پر ایک بھیانک مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنکھیں سرخ ہوگئیں اور چہرے پر شیطانی ہوس کا خمار چھا گیا۔ وہ سامنے بیٹھی ہوئی ماہتاب کو بہت پر شوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کسی سنگ تراش نے نہ جانے کس چٹان سے پتھر تراش کر سنگ مرمر کی یہ مورتی بنائی تھی۔ لیکن وہ اب اس سنگ مرمر میں ـــــ اس چٹان کی چھاتی کے اندر ایک سوتا پھوٹ نکالے گا۔ اس کی آنکھوں کی چمک بڑھتی چلی گئی اس کی شیطانی مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی ـــــ! ٹھیک اسی وقت اپنی دادی کے پاس لیٹا ہوا ننھا بچہ بیدار ہوا اور بے تحاشہ رونے لگا ـــــ ماں نے اسے گود میں لیا اور دودھ کی دھار شفقت اور الفت کا دریا ـــــ اس کی رگوں میں حرارت بھرنے لگا۔ مقدم بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ حشمت کا سارا رومان کافور ہوگیا۔ جاتے جاتے وہ کہنے لگا،

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

"اور ہاں کل میں اوپر جنگل میں ربانی صاحب کے مزار کے اس طرف کی زمین دیکھوں گا۔ جو اب اس سال سے مام دین کے بدلے تم کو جوتنی ہوگی ـــــ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا ـــــ!" اس نے ماہتاب سے کہا اور اور باہر کے اندھیرے میں مستغرق ہوگیا!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پھر ایک خاموش اور گرم سہ پہر تھی ۔!

نالہ سندھ کے اذیر سے نئے لکڑی کے پل کے اس پار جنگل کے دامن میں اپنے آخری کھیت میں ماہتاب گھاس کاٹ رہی تھی اس کے ساتھ اس کا چھوٹا لڑکا بھی تھا جو وہیں ایک چھتیڑے پر لیٹا ہوا تھا۔ مکئی کی فصل پہلے ہی کٹ چکی تھی اور اس کا بٹوارہ بھی ہو چکا تھا۔ لیکن ماہتاب سوچ رہی تھی کہ اگر مام دین والی زمین اسے مل جائے گی تو اس میں سرما کی فصل کے لئے آلو بوتے ہوں گے ۔! لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اس خیال کو یہ کہکر جھٹک دیا کہ بے چارے نے ہمارے لئے یہ ظلم سہا ہے ۔!

آفتاب مسلسل تمتما رہا تھا۔ ماں بیٹے کے چہرے پسینے سے شرابور ہو گئے تھے ۔ ماہتاب کی مہین کرتی دیکھتے دیکھتے تر بتر ہو کر اس کے جسم سے چپک گئی تھی بچے کے بوجھ کے سبب وہ بمشکل جھک سکتی تھی اس کا ہاتھ بھی تیزی سے نہ چل سکتا تھا اچانک لڑکے نے رونا شروع کیا اور ماہتاب نے کام روک کر اسے اخروٹ کے درخت کی چھاؤں میں لے آئی ۔ تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر بچے کو گود میں لیا اور اپنی چھاتی اس کے بے تاب منہ میں رکھدی۔ ماں بیٹے ویران اور حد درجہ گرم سہ پہر میں بھورے لگ رہے تھے ۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دونوں مٹی کے پتلے ہوں ۔! کھیتوں کی دھول ماہتاب کے بالوں اور لڑکے کی نرم نرم لٹوں میں اٹی ہوئی تھی ــــ! بھرے بھرے پستانوں سے برف کے سے سفید دودھ کی دھار نکل رہی تھی۔ جب لڑکا ایک طرف کا دودھ پیتا تو دوسری طرف کا دودھ فوارے کی طرح بہنے لگتا ۔ لڑکے کی بھوک میں کوئی کمی نہیں آ رہی تھی ۔ لیکن ماہتاب کے سینے میں ممتا کے دودھ کا جو سمندر موجزن تھا اس میں بھی کمی نہیں آ رہی تھی اسے اس بہتات کا بخوبی احساس تھا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

وہ لاپرواہی سے اسے بہنے دیتی اور کھیت کے اس مخصوص حصے میں ایک نرم و نم نشان بن جاتا

حدِ نظر تک کسی ذی روح کا پتہ نہیں تھا۔ کھیت اور کھلیانوں میں جنگلی گھاس پر اُگے ہوئے پھولوں کے دل کانپ رہے تھے اس شدت کی گرمی میں بستی کے لوگ کھیتوں میں جانے سے احتراز کرتے تھے لیکن وہ ساری دنیا سے چھپ چھپا کر اس دور افتادہ کھیت میں اس لئے آئی تھی تاکہ اپنے دل اور دماغ کی کشمکش کے درمیان کوئی سمجھوتہ کرا سکے۔ کل رات کی واردات اب بھی اسے آ کر ستا رہی تھی۔ رات کے نہ جانے کس ویران پہر میں حشمت خان اس کے پاس آ گیا تھا ــــ بستی سنسان اور خاموش تھی۔ ماں اور بچے نہ جانے کب نیند کی آغوش میں پہنچ چکے تھے۔ کتوں پر بھی اس قدر سستی سوار تھی کہ وہ بھی اس اکلوتے راہی پر نہیں بھونکے۔ حشمت خان بان تل کی وسعتوں سے گذرتا ہوا اس کے مکان پر نہ جانے کس طرح پہنچا تھا۔ اُس نے خاموشی سے کواڑ کھولے اور تھوڑی دیر رک کر خراٹوں کی آواز سننے لگا۔

"ماہتاب! ــــ" حشمت خان اسے آہستہ سے پکار رہا تھا

ماہتاب رات کے بے ترتیب لباس میں سوئی ہوئی تھی۔ اُس کے بغل میں وہ ننھا سا بچہ نیند میں ہنک رہا تھا۔ جو ماہتاب کو ہی نہیں ساری بستی کو عزیز تھا۔ ماہتاب کا لباس مسکا ہوا تھا۔ پیوند لگی ہوئی رضائی نیند میں کئی زاویوں سے ہٹ گئی تھی۔ اس کا جسم ان ہونی خواہشات کی آماجگاہ بن چکا تھا ــــ! اچانک حشمت خان کو دیکھ کر وہ چلانے ہی والی تھی کہ حشمت نے اس کے موٹے موٹے یاقوتی ہونٹوں پر اپنے مضبوط ہاتھ رکھ دیئے اور اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا ــــ! اب وہ چپ تھی ــــ وہ اس کے بستر کے قریب آ گیا ــــ! ماہتاب کا دل دھڑکنے لگا اس کی نگاہیں حشمت خان کی بے چین انگلیوں پر منڈلا رہی تھیں جن میں چاندی کے دو آویزے تھے۔ یہ حسین اور دمکتے ہوئے آویزے دیکھ کر ماہتاب اپنا ڈر اور خوف بہت حد تک بھول گئی اس کے وجود کے کسی حصے میں ان دمکتے ہوئے آویزوں نے ایک تہلکہ مچا دیا تھا ــــ!

اس کی محرومیوں کو اچانک آسودگی سی مل گئی تھی ــــ!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اس کے فطری دبے کچلے جذبات نے حقیقت کا روپ دھارن کیا تھا ــــ!
اس کا دل چاہا کہ انہیں چھوئے لیکن ــــ لیکن کاش وہ انہیں چھو سکتی ــــ کاش وہ ان سے اپنے بدن کو آراستہ کر سکتی!

حشمت خان بہت آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا۔ کہیں دادی ماں جاگ نہ جائے ــــ اس کی نگاہیں ماہتاب پر مرکوز تھیں وہ اس کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹا سکتا تھا وہ اس کے غنچہ دہن ــــ ابھرے ہوئے زاویوں ــــ رخسار پر گری ہوئی بالوں کی شریر لٹ کو دیکھتا رہا۔ اس کی بے باک آنکھیں ان جذبات کی غماز تھیں جنہوں نے اس کے وجود میں تلاطم مچا دیا تھا اور جو بار بار چلا چلا کر کہہ رہے تھے۔ میرے ہونٹ خشک ہیں۔ میری پیاس بڑھ رہی ہے ــــ اٹھ کر میرے پہلو میں آجاؤ ــــ ماہتاب!!

ماہتاب کا چہرہ سرخ ہوتا گیا ــــ شفق زار ہوتا گیا ــــ! آویزے اب اس کے ہاتھ میں تھے۔

"میں یہ تمہارے لئے لایا ہوں ماہتاب! ــ صرف تمہارے لئے ــــ"

یہ سوغات لے کر ماہتاب دل ہی دل میں بے حد خوش تھی۔ لیکن کیا یہ واقعی سوغات تھی! یا احسان ــ حشمت نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا ــــ احسان چکانے کا لمحہ آگیا تھا ــــ احسان آخر احسان ہی ہوتا ہے ــــ یہ محبت کا نعم البدل کیسے ہو سکتا؟ لیکن عجیب بات یہ تھی کہ ماہتاب جسے حشمت خان ماتم دین کو پیٹتے وقت اور اناج کی تقسیم کے وقت نہایت مکروہ شخص نظر آیا تھا اس وقت اس کے سحر کی اسیر تھی ــــ! حشمت خان اس وقت اتنا مکروہ شخص معلوم نہیں ہوتا تھا ــــ!

وہ اس کی تاباں پیشانی کو چومنے لگا۔

اس کے رخساروں کو چومنے لگا ــــ!

نہ جانے کیوں ــــ ایک آنسو سا اس کی آنکھوں میں لرزنے لگا اور تبھی ننھا بچہ کسمسانے لگا تھا۔ اس نے اپنے ننھے منے ہاتھ پیر چھٹپٹائے اور رونے لگا۔ ماہتاب چونک اٹھی۔ اس نے بچے کو گود میں لیا اور سہمی سہمی نظروں سے حشمت خان کو دیکھنے لگی۔ جس کا خمار ٹوٹ چکا تھا۔ وہ قدرے درشت لہجے میں ماہتاب کو سرگوشی میں کچھ ہدایات دیتا رہا اور باہر کے کھردرے پتھروں کو آہستہ آہستہ روندتا ہوا بستی کی اس طرف جانے لگا جہاں مقدم کی جھونپڑی تھی۔ راستے میں وہ کئی بار سن گن لینے کے لئے رک گیا پھر دیوار پھاند کر نہایت احتیاط سے کھسکتا ہوا گھر کے اندر آیا۔ مقدم کمبل میں لپٹا ہوا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ایک کمبدے پر پڑا بے خبر سو رہا تھا۔ باھر لٹکے ہوئے دوسرے کپڑوں کے درمیان تار تار شلوار کی طرح اس کے دل کے چیتھڑے بھی آنگاف سے پڑے لگے تھے ـــ!

جب رات کی سیاہی نے اُسے نگل لیا تو ماہتاب دیر تک باہر کھڑی رہی۔ آویزے اب بھی اس کے ہاتھ میں تھے۔ وہ اس کے پیچھے بھاگ کر انہیں واپس کرنا چاہتی تھی ـــ لیکن جنگل کی تاریکی میں انگارے کی سی چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر اور گیدڑوں کی چیخوں سے وہ لرزتی ہوئی برآمدے میں لوٹ آئی اور گم سم برانداز ہو جاتی ـــ میں انہیں نہیں لے سکتی۔ یہ میری سوغات نہیں ہو سکتی ـــ! اُس کی ان آوازوں سے اس کا بڑا لڑکا نادر جاگ گیا۔

"کیوں ماں ـــ کیا بات ہے ـــ تم گھبرائی ہوئی کیوں ہو ـــ؟"

"کچھ نہیں ـــ کچھ بھی تو نہیں ـــ وہ زمیندار کا کارندہ ـــ!"

"ہاں ماں ـــ زمیندار کا نیا کارندہ کتنا بھلا آدمی ہے نے۔ اس کو ہماری بری حالت کا کتنا احساس ہے۔ اس نے ہمیں ایک اور زمین کا ٹکڑا دیا۔ شاید تمہیں اسی وجہ سے نیند نہیں آرہی ہے ماں ـــ تم بھی میری طرح بہت خوش ہو ماں ـــ زمیندار کا کارندہ ہم سے کچھ نہیں چاہتا ـــ کیوں ماں ـــ؟"

لیکن ماہتاب پتھر کا مجسمہ بنی اُس راہ کو اب بھی تک رہی تھی۔ جہاں سے حشمت خان چلا گیا تھا ـــ نادر کے سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا ـــ کیا وہ مجھ سے واقعی کچھ نہیں چاہتا ـــ؟ اس کی روح کی بازگشت اُسے پکار رہی تھی ـــ!

اور اس وقت ـــ حشمت خان اس کے روبرو کھڑا تھا۔

وہ اپنے سفید نشان دار گھوڑے کی پیٹھ تھپ تھپا رہا تھا جو دھوپ میں لمبی مسافت طے کرنے کی وجہ سے ہانپ رہا تھا۔ حدِ نظر تک ویران کھیت اونگھ رہے تھے ـــ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ماہتاب نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی سوغات اب بھی اس کی جھولی میں بند تھی۔ لیکن وہ انہیں کس طرح واپس کر دے ۔۔ کس طرح ؟

ربانی صاحب کے کھیت .... اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی ماہتاب نے بچے کو گود میں اٹھایا اور درانتی ہاتھ میں لی ۔ وہ خراماں خراماں آگے بڑھتی رہی ۔۔۔ حشمت خان گھوڑے کی باگ ہاتھ میں لئے اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا ۔۔۔ دور ۔۔ جنگل کے شاداب مرغزار میں مویشی چر رہے تھے ۔ دونوں دور تک ساتھ چلتے رہے ۔۔۔ حشمت خان کے جسم کا انگ انگ سنسنا رہا تھا لہو کا جوالا اس کی رگوں میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا ۔ اچانک آخری کھیت کے نزدیک پہنچ کر ماہتاب رک گئی ۔۔!

حشمت خان بھی رک گیا ۔۔۔!

سامنے نشیب میں اخروٹ کے درختوں کے اس طرف ربانی صاحب کی زیارت تھی یہاں پر شاہ بلوط کا ایک عظیم درخت بھی تھا ۔ یہ درخت پہلی ہی نظر میں صدیوں پرانا معلوم ہوتا تھا ۔ یہاں کسی زمانے میں لکڑی کی ہی عبادت گاہ بنائی گئی تھی جس کو گردش ایام نے اس قدر بوسیدہ کر دیا تھا کہ اس نے بھی شاہ بلوط کے سیاہ تنے کا رنگ اختیار کیا تھا درخت کی نچلی شاخیں رنگ رنگ کے دھاگوں اور کپڑوں سے لدی ہوئی تھیں جو اطراف و اکناف سے آئے ہوئے لوگوں نے منتیں مانگنے کے لئے باندھی ہوئی تھیں ۔ درویشوں اور فقیروں کے لئے یہاں کسی زمانے میں ایک لنگر بھی بنایا گیا تھا لیکن اب اس کے کھنڈر ہی باقی تھے ۔ لیکن دور دراز کے دیہات سے آنے والے معتقد آج بھی یہاں کی خاک کو متبرک سمجھ کر چراگاہوں میں اپنے ساتھ لیتے ہیں ۔

پیاری پیاری سی ہوا چل رہی تھی ۔ نہ موسم کا تقاضہ تھا نہ ہوا میں ایسے آثار تھے لیکن نہ جانے کہاں سے صنوبر کے تناور درختوں کے اوپر سے آسمان پر شفاف بادل آتے گئے اور اونچے اونچے حلقے بناتے گئے دیکھتے ہی دیکھتے بوندیں ٹپاٹپ برسنے لگیں ۔

" کم بخت یہ کون سی مصیبت آپڑی ۔۔ اب " حشمت خان نے آسمان کی طرف دیکھ کر سوچا ۔ مگر بارش کے چند قطرے جب اس کے تمتماتے ہوئے چہرے پر پڑے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تو وہ خوش ہو اٹھا۔ ایک بجلی سی اس کے رگ و پے میں دوڑنے لگی۔ غالباً قدرت بھی حشمت خان کا ساتھ دے رہی تھی۔ زوردار بارش شروع ہو گئی۔ سامنے زیارت شریف کے کھنڈر نما لنگر میں پناہ کا بہترین مسکن تھا ــــ! بھیگے ہوئے کپڑوں اور بھیگے ہوئے جسم کے ساتھ دونوں وہاں آ گئے۔ بچہ بارش اور سردی کی وجہ سے رو رہا تھا۔ ماہتاب نے اسے گود میں چھپا لیا۔ حشمت خان نے بغیر کسی تردّد کے آگے بڑھ کر برائے نام دروازے کے دونوں پٹ بند کر دیئے۔ اپنا کوٹ نکالا اور بچے کو اس میں لپیٹ کر فرش پہ رکھ دیا۔!

اور ماہتاب ــــ گیلے چیتھڑوں میں لپٹا ہوا کسا ہوا ایک گرم جسم سرخ و سفید رنگت، سیاہ بال جن کی کچھ لٹیں بھیگ کر گورے گورے گالوں سے لپٹ گئیں تھیں اور وہ مانوس ہونٹ ــــ گلابی ــــ لبریز ــــ پھول سے ــــ جنت سے ہونٹ۔ جن کے ایک اشارے میں ہزاروں قیامتیں تھیں ــــ اور پھر باہر بارش کی مسلسل ٹپ ٹپ ــــ! حشمت خان نے اسے باہنوں میں کس لیا۔ گردن، گال، آنکھیں، ناک، ہونٹ ہر اعضا پر بوسوں کی بارش کی ــــ ماہتاب فریاد کرتی رہی ــــ "مجھے مار ڈالو۔ لیکن مجھے اس طرح تباہ نہ کرو ــــ!" لیکن حشمت خان پاگل بنا ہوا تھا۔ یہ ساری باتیں تو اس کا معمول تھیں۔ اس نے بے قابو ہو کر بے دردی سے اس کا گریبان کھینچا۔ پیرن پھٹ گیا اور سنگ مرمر سے تراشا ہوا بُت اس کے سامنے عریاں ہو گیا۔ اس نے اسے اپنے مضبوط باہنوں میں اٹھا لیا اور ٹھنڈی ٹھنڈی زمین پر لٹا دیا ــــ!

بارش اور بادلوں کی گھن گرج نے معصوم بچے کی چیخوں، اس کی بے بس ماں کی پکار اور باہر بھیگے ہوئے گھوڑے کی ہنہناہٹ کو سر اٹھانے کا موقعہ نہ دیا۔ عظیم شاہ بلوط کی شاخوں سے بندھے ہوئے دھاگے اس طوفان میں اُڑ اُڑ جا رہے تھے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

●

رات کافی بھیگ چکی تھی ۔!
بارش کے قطرے یکسانیت سے گرتے جا رہے تھے ۔ ہوا چنگھاڑ رہی تھی اور چیڑھا ہوا نالہ ستدرو غصے سے پھنکار رہا تھا ۔ ماہتاب سر گود تکیئے کی صورت میں استعمال ہونے والے میلے تھپیڑوں میں جمائے ہوئے تھی ۔ وہ تراشا کے سمندر میں مستغرق تھی وہ سسک رہی تھی مسلسل روتے رہنے سے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور پپوٹے سوج گئے تھے ۔!
باھر ایک عجیب نظارا تھا ۔ آس پاس کی گھاٹیوں اور وادیوں میں رہنے والے لوگ ایک دوسرے کو بلا رہے تھے ۔ بال تل کی بستی بھاگتے ہوئے پہاڑی لوگوں کی آوازوں سے جاگ اٹھی تھی ۔ ماہتاب نے نگاہ اوپر اٹھا کر دیکھا تو جہنم کے شعلے آسمان کی طرف لپکتے دکھائی دیئے ۔ پڑوس کے گاؤں گگن گیر میں آگ لگی ہوئی تھی ۔! حد نظر تک جلتی ہوئی جنگلی موم بتیوں کے کارواں نظر آ رہے تھے ۔
کتنی عجیب بات تھی کہ وادی کی بیٹی کی دنیا خاکستر ہوتے دیکھ کر خود وادی بھی اپنے آپ کو راکھ بنانے پر مُصر تھی ۔ اتنی موم بتیوں کے باوجود جنگل کے اندھیارے بدستور قائم تھے ۔ ایک حیوان ــــ ایک وحشی نے ماہتاب کی جھلملاتی کرنوں کو ظلمات میں مبدل کیا تھا ۔ اب وہ کیا کرے ــــ؟
کیا ساری حیات اندھیروں میں سسکتی پھرتی رہے؟ ــــ جلتی رہے؟ ــــ تڑپتی رہے؟
اپنی تامراد لاش پہ آنسو بہاتی رہے ــــ؟

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اپنی پشیمان لاش لیے کر کل رات جب وہ بارش میں بھیگتی ہوئی گھر پہنچی تھی تو بڑھیا کو یا ہر آنگن میں بارش میں شرابور دیکھ کر اس کی چیخ نکل گئی۔ وہ معمول کے مطابق باہر دھوپ میں بیٹھی بہو کی راہ دیکھتے دیکھتے سو گئی تھی اور اسی درمیان اس طوفان بادباراں میں گھر گئی تھی۔ اسے کسی کا سہارا چاہیئے تھا لیکن بچوں تک پانی کے شور کی وجہ سے اس کی آواز نہیں پہنچ پائی اور اب وہ بارش میں سر سے پیر تک بھیگ چکی تھی۔! ماہتاب نے اُسے جلدی جلدی سہارا دیا۔ اُسے دوسرے کپڑے پہنائے اور بستر میں لٹایا لیکن بڑھیا کی نظریں ٹپکتی ہوئی چھت کے کسی گوشے پر جم چکی تھیں۔ بیچ بیچ میں وہ کھانستی کراہتی۔

"اُف ہم! نہ جانے کس مکروہ بلا نے مجھے گھیر لیا۔ درد سے پیٹ پھٹا جا رہا ہے" یہ کہتے کہتے اس نے اپنا نحیف تھرتھراتا ہوا ہاتھ باہر نکالا اور جب ماہتاب نے اسے اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ بخار سے جل رہا تھا۔

ماہتاب نے گھبراہٹ میں جلدی سے پانی گرم کیا اس میں جنگل کی کچھ بوٹیاں ڈالدیں اور بچے بھی جاگ اٹھے تھے۔ باہر درختوں پر سوئے ہوئے چرند پرند بھی بے چین ہو کر شور مچا رہے تھے۔ بڑھیا کو پانی کا مشروب پلا کر ماہتاب نادر کو چند ہدایات دے کر گاؤں کے مولوی صاحب کے مکان کی طرف دیوانہ وار بھاگتی رہی۔!

بارش کچھ اس شدت سے برس رہی تھی جیسے اب برس کے پھر کبھی نہیں برسے گی مولوی صاحب کا جھونپڑا بستی کے سب سے دور افتادہ گوشے میں بنی ہوئی خستہ حال مسجد کے پاس ہی کھڑا تھا۔ پڑوس کی بستی میں آگ کی واردات کی وجہ سے وہ بھی بیدار تھے ان کی بیوہ بیٹی نے ماہتاب کو ہانپتے کانپتے ہوئے رات کی اس ویران گھڑی میں آتے دیکھا تو خیر و خبر دریافت کی۔ ماہتاب نے بڑھیا کی اچانک بیماری کا مختصراً احوال سنایا بیوہ کو ماہتاب پر بے حد ترس آیا بجلی پھر چمکی اور بارش کی تیزی میں آ گئی۔

مولوی صاحب کچھ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے۔ بچپن میں انہوں نے قرآن مجید کا درس لیا تھا اور حدیث کی موٹی موٹی باتیں حفظ کر لی تھیں۔ یہی ان کا متاع عزیز تھا۔ افلاس کی اس دنیا میں خستہ حال مسجد کی امامت ان کا اثاثہ تھا۔ عید اور کچھ خاص دنوں پر گاؤں والے نماز کی ادائیگی کے بعد ان کی بوسیدہ چوغے کی جیبوں میں چند ٹکے ڈالا کرتے آس پاس کے درجنوں دیہات میں اس کے معتقد پھیلے ہوئے تھے۔ جو مکئی، آلو اور

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ترتیب کی فصلوں میں سے انہیں کبھی معمولی سا حصہ نذر کرتے تھے۔

جبراً و قہراً وہ اپنی بیٹی اور ماہتاب کے اصرار پر بڑھیا کو دیکھنے آ گئے لیکن بڑھیا کا نبض دیکھتے ہی خفا سے ہو گئے "تم لوگ اس وقت مولوی کو بلاتے ہو، جب زندگی کی آخری رمق تک بجھنے والی ہو۔ اب دوا سے کچھ نہیں ہوگا۔ خدا کا نام یاد ہو تو دعا کر دو اور بس ــــ! اب بات میرے بس سے نکل چکی ہے ــ!" یہ کہکر مولوی لاٹھی ٹیکتا ہوا نکل گیا ــ!

یہ سن کر ماہتاب کے ہونٹ کانپنے لگے اور اپنی ساس کے بستر پر سر رکھ کر رونے لگی۔ بچے بھی ماں کو روتے دیکھ کر شور اٹھانے لگے۔ ماہتاب سنجیدہ ہو گئی اور بھرائی ہوئی آواز میں نادر سے بولی:۔

"تم یہیں اپنی دادی کے پاس بیٹھو۔ کچھ یاد ہو تو پڑھتے رہو۔ میں قبر کے لئے کہہ آتی ہوں جلدی سے جنازہ ٹھکانے لگ جائے تو کہتے ہیں کہ قبر حساب نہیں لیتی ــــ" یہ کہتے کہتے اس نے ایک بار اپنے آنسو پونچھے اور دروازہ اس قدر آہستہ آہستہ کھولا جیسے اسے مردے کے جاگ اٹھنے کا اندیشہ تھا ــ!

ماں کے جانے کے بعد نادر نے مری ہوئی دادی کی سمت ڈرتے ڈرتے ایک نظر ڈال دی۔ نیم وا دھندلی آنکھیں اب ہمیشہ کے لئے اندھیری وادیوں میں کھو گئی تھیں۔ اسے کچھ ایسا لگا جیسے دادی کے لبوں میں حرکت ہوئی اور پوپٹے ذرا سا اوپر اٹھے ہیں اس نے گھبرا کر دادی کا چہرہ ڈھانپ دیا لیکن اس کا ہاتھ دادی کے ماتھے کو چھو گیا اور اس کے جسم میں کپکپی سی دوڑ گئی ــــ کتنا ٹھنڈا تھا دادی کا ماتھا ــ! اس کی چیخ سے اس کا چھوٹا بھائی بھی بیدار ہوا تھا۔ اسے گود میں لے کر باہر چلنے والی جھکڑوں سے بچانے لگی ڈر اور خوف کی وجہ سے پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ اسی وقت مام دین اس کی بیوی گلابی اور بستی کے دیگر لوگ آ گئے۔ گلابی "ماں!" کہہ کر لاش کے ساتھ تقریباً لپٹ گئی۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسے آثار تھے جیسے اب بس چیخنے ہی والی ہے،

ماہتاب ساری رات قبر اور کفن وغیرہ کے سلسلے میں ایک آوارہ روح کی طرح بھٹکتی پھری تھی۔ گاؤں والے بڑھیا کی تعریف کر رہے تھے۔ دلاور کی زیادتیوں کا رونا رو رہے تھے۔ باہر بارش بدستور اسی شدت کے ساتھ ہو رہی تھی۔ ہوائیں درختوں سے گذر کر ایک چنگھاڑ پیدا کر رہی تھیں اور نالہ سندھ اب کچھ زیادہ ہی مغلوب الغضب

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہو رہا تھا۔ ماہتاب بڑھیا کی لاش کے سرہانے ان ساری چیزوں سے دُور یہ سوچ رہی تھی کہ یہ کیا ریت ہے ــــ کیا سب کو اس دنیا میں اس قدر مصائیب و ابتلا سہن کرنے پڑتے ہیں۔ یا سب مصیبتیں اس کے مقدر میں لکھی تھیں ــــ اُف پیدائش سے لے کر آج تک یہ وہ کس گرداب میں پھنسی تھی ــــ؟

دوسری صبح آفتاب کی ٹھٹھری سی کرن نے جب بال تل کو چھُوا تو دادی کو منوں مٹی تلے دفن کر دیا گیا تھا اور آنگن میں بستی کی چند عورتیں ماہتاب کے پاس بیٹھی رو رہی تھیں۔

دور ــــ تاجواس کے گلیشیر کا برف ــــ کل دن بھر کے غسل کے بعد آج آسمان کی نیلگوں چادر کے نیچے سپید رنگ میں جگمگا رہا تھا اور بال تل کے پاس حدِ نظر تک پھیلی ہوئی صنوبروں کی قطار ایستادہ تھی اور غم و افلاس میں ڈوبی ہوئی روحوں کو دیکھ کر انگشت بدنداں تھی ــ!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ایک ماہ کے بعد ایک دن معاً اُسے اپنے پیٹ میں بچے کا احساس ہونے لگا۔!

اور رات کو بچوں کو سلانے کے بعد وہ تنہائی میں اس نئی افتاد کا جائزہ لیتی۔ لیکن چاہے اس پر کچھ بھی گذرے وہ یہ راز دنیا پر آشکارا نہیں کریگی یہ بڑی عجیب بات تھی جب وہ اپنے تینوں بچوں کے دوران حاملہ رہی تو اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوا کرتی تھی لیکن اس بار جوں ہی وہ کھانے کے چند نوالے زہر مار کرتی تو اسی وقت قے کی صورت میں واپس آجاتی ۔۔۔! ایسا لگتا تھا جیسے ایک شیطانی روح اس کے جسم میں داخل ہوگئی ہے جو اسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتی۔ ہر رات وہ اس نئی پشیمانی پر سوچتی رہتی۔ یادوں کے زخم جدائی کے نشتر انا کی توہین بدنامی کا داغ اور اب پچھتاؤں کے کانٹے ۔۔۔! یہی اس کی زیست کی سوغات تھی وہ اکثر خود کو نالہ سندھ میں ڈبو کر خودکشی کے بارے میں بھی سوچتی تھی لیکن اندھی ممتا اسے اس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ اور پھر جب بستی والے اس کے جسم اس کی لاش ۔۔۔ کے نشیب و فراز سے اس کی خودکشی کی وجہ جان جاتے تو اس کی عزت کا نیلام کہاوت بن کر رہ جاتا۔ کتنا بہتر تھا اگر اس نے اسی وقت ان کھنڈروں کے پتھروں سے سر ٹکرا کر جان دی ہوتی لیکن تلخی اور خوشی کے اس لمحاتی جال میں وہ ایک بے بس پرندے کی طرح پھنستی گئی تھی ۔۔۔!

خاموشی کے انگارے اس کے کلیجے میں ہر وقت سلگتے رہتے۔ وہ صبح شام پچھتاؤں کی لاش پر ماتم کرتی رہتی۔ سردی کا موسم آنے لگا تھا اس نے بھاری کپڑوں سے جسم کو چھپالیا تھا۔

حشمت خان پھر ایک دن بھی اس کے قریب نہ آیا۔ ایک بار بھی اس نے ماہتاب کو نظریں اٹھا کر نہ دیکھا۔ وہ مقدم کے گھر جاتی تو پتہ چلتا کہ آج وہ لوگ فلاں گاؤں کے دورے پر ہیں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بستی میں کبھی اتفاقاً ملاقات ہوجاتی تو وہ سرد مہری سے دُور دُور رہتا۔ وہ اس کے ساتھ بات بھی نہیں کرنا چاہتا تھا ــــــ! وہ امید بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا کرتی اور وہ بے نیازی سے قریب سے نکل جاتا۔ وہ حیران رہ جاتی ــــــ "کیا یہ مرد اتنی جلدی فراموش کردیا کرتے ہیں ــــــ؟" اس بے مروتی پر اسے سخت غصہ آیا ــــــ چنانچہ اسی روز جب حشمت خان کے لئے مقدم نے جب اپنے ہاں خاص دعوت کا اہتمام کیا تھا کیونکہ دوسرے روز حشمت خان تمام تر نقد و جنس لے کر شہر جارہا تھا تو ماہتاب نے صاف ستھرے کپڑے زیب تن کئے اور وہ آویزے لگائے جو حشمت خان نے اسے تحفے میں دیئے تھے اس کے بال بھی آج نفاست سے بنائے ہوئے تھے۔ وہاں گاؤں کے سبھی لوگ بیٹھے تھے اور حشمت کی خاطر میں کوئی کسر نہ اٹھائی جارہی تھی۔ ماہتاب طرح طرح کے جتن کر کے خود کو حشمت کی نظروں میں لانا چاہتی تھی۔ اگرچہ وہاں بیٹھی عورتیں اس کے بناؤ سنگار پر خوش نہیں ہوئی تھیں تاہم بات بات میں وہ کھُلے قہقہے بلند کرتی۔ اچانک حشمت کی مخمور آنکھیں اس پر پڑیں۔ اور اس نے کمال بے نیازی سے کسی سے کہا:-

"یہ کون ہے ــــــ؟" اور یہ کہتے ہوئے وہ دوبارہ ضیافت سے محظوظ ہونے لگا وہ شرمندگی کی تصویر بنی وہاں سے بھاگ گئی اور لوگوں کے قہقہے دُور تک اس کا پیچھا کرتے رہے ــــــ!

ٹھٹھرتے نادر کو جھنجھوڑ کر جگادیا اس نے سر سے میلا کچیلا پیوند لگا لحاف ہٹایا

۔ ڈھلانوں پر پڑے ہوئے تازہ تازہ اور سفید برف کے پس منظر میں تھا جو اس کے ایک طرف پھیلی ننگی چٹانیں بالکل سیاہ نظر آرہی تھیں۔ یہاں تل میں ابھی تک برف باری نہیں ہوئی تھی مگر زرد اور خزاں رسیدہ ویران کھیت سرد ہواؤں میں تھر تھرا رہے تھے۔ ہر جھونکے کے ساتھ درختوں کی رہی سہی پتیاں گرنے لگتیں اور نالہ سندھ جھونپڑی اور بستی کے اطراف میں کھڑی ہوئی گھنی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ڈھلانوں کے اوپر ہوا میں چکر لگانے لگتیں۔

اس نے اپنی غلیل کا لوٹا ہوا فیتا جوڑ دیا اور سوئی ہوئی ہیموش کی طرف ایک نظر ڈالی۔ ہیموش نیند میں بھی مسکرا رہی تھی۔ نادر کو ہیموش کی یہی ایک بات بڑی ناپسند تھی وہ ہر سنجیدہ اور غیر سنجیدہ بات پر ہنستی تھی اور اس کی یہ مسکراہٹ اس کے وجود کا ایک لازمی حصہ بن گئی تھی۔

وہ لاپرواہی سے باہر آ گیا اور ناہموار پگڈنڈی سے ہوتا ہوا نالے کی طرف بڑھا۔ راستے میں اس نے دو کسانوں کو دیکھا جو گھاس اٹھائے چلے جا رہے تھے۔ ان کے میلے کپڑے تیز ہوا میں اڑ رہے تھے وہ نالے کے کنارے کنارے چلتا گیا جہاں گیلے پتھروں کی مہک تھی اور نالے کا مسلسل شور۔۔۔! اس نے زمین پر سے ایک چھوٹی سی گول کنکری اٹھائی اور پھر اس کو بڑی احتیاط سے غلیل میں رکھا اور پوری طاقت سے کھینچ کر یک لخت چھوڑ دیا۔ کنکری تیزی سے نکل گئی اور اونچے اونچے سفیدوں کے اوپر گم ہو گئی۔

اچانک دور اسے زرد زرد سا ایک دھبہ نظر آیا۔ صنوبر اور شمشاد کے سفید سفید لبادے میں اس دھبے کی شناخت مشکل ہو رہی تھی وہ دوڑتا ہوا اور سردی سے ٹھٹھرتا ہوا قریب آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہیموش لکڑی ہاتھ میں لئے نالے کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے۔۔۔! وہ تیزی سے دوڑتا ہوا چلانے لگا:۔

"ہیموش! ہیموش آگے مت جاؤ۔۔۔ آگے نالہ ہے۔۔۔ رک جاؤ!"

ہیموش رک گئی اور خلاؤں میں گھورنے لگی اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے وہ گہری نیند سے جاگ اٹھی ہو۔ اس درمیان نادر ہانپتا ہوا اس کے پاس پہنچا اور اسے ڈانٹنے لگا:۔

"یہ بکری کی طرح کہاں جا رہی تھی۔۔۔ نالے میں گر جاتی۔۔۔؟ ہزار بار کہا ہے کہ اس طرح گھر سے مت نکلا کر لیکن تو مانے تب نا۔۔۔؟"

"بھیا میں نے آج رات خواب میں اپنے بابا کو دیکھا۔ لگ بھگ ایک برس ہو گیا انہیں دیکھے ہوئے۔ وہ نیلا لباس پہنے ہوئے تھے۔ وہ ہم سب کے لئے ڈھیر سی چیزیں لائے تھے۔ اس نے مجھے گود میں لے کر بہت پیار کیا اور ایک بڑے سے صندوق سے ایک بوتل سی نکال کر مجھے دکھاتے ہوئے کہا" میری بیٹی۔۔۔ دیکھ یہ تیری آنکھوں کی دوا ہے۔۔۔ اس کے استعمال سے تیری آنکھیں بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔ تو پھر سے دیکھ سکے گی۔۔۔ ہاں تو پھر سے دیکھ سکے گی۔۔۔ بیٹا"

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میں بابا کے گلے لگ کر اُن سے روتے ہوئے کہہ رہی تھی " بابا ! ــــ تم کہاں چلے گئے تھے ۔ تم اتنے دن ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے ــــ ہم مہینوں تک گاؤں کو آنے والی پگڈنڈی پر تمہاری راہ تکتے رہے ــــ لیکن تم کبھی نہ آئے۔ بابا ! ہماری دادی ہمیں چھوڑ کر چلی گئی ۔ ماں کہتی ہے وہ اب جنت میں رہتی ہے ــــ ! ایک بار نادر نے ہمیں بتایا کہ بابا اور ماں کی لڑائی ہو گئی ہے اس لئے بابا نہیں آتے لیکن ماں تو کسی سے بھی نہیں لڑتیں ۔ پھر بابا ــ تم سے وہ کیوں لڑی ؟ ــ بابا ! دادی کے بعد اب ماں کا جی اچھا نہیں رہتا ۔ رات بھر کھانستی رہتی ہے ۔ بابا ــ میرا دل تمہارے لئے تڑپتا رہتا ہے ۔ تمہاری صورت میری آنکھوں میں مچلتی رہتی ہے ــ ! ماں تو تمہارا نام بھی اب لینے نہیں دیتی ــــ !

اور بھیا ! یہ سنتے ہی بابا باہر نکل آئے اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے نالے کی اور بھاگ گئے ۔ میں خواب سے بیدار ہوئی اور بابا کو تلاش کرتی ہوئی نالے کی طرف بڑھ رہی تھی ــــ " اور یہ کہتے کہتے وہ اپنے بھائی سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگی۔ نادر اس کی ڈھارس بندھانے لگا :-

" میں نے ماں سے کتنی بار کہا ہے کہ مجھے بتاؤ کہ بابا شہر میں کہاں ملیں گے ؟ تو میں جا کر انہیں لے آؤں گا ۔ لیکن ماں کو وہ تو کچھ بتا کر نہیں گئے ۔ مجھے ایک بار پتہ چلے تو میں جاڑوں کے بعد شہر جا کر انہیں واپس لے آؤں گا ۔ اگر وہ واقعی زندہ ہوں گے تو میں انہیں کسی نہ کسی طرح بال تل لاؤں گا لیکن کون جانے وہ زندہ بھی ہے یا راستے کے دشوار گذار گلیشروں میں کہیں کسی حادثے کا شکار تو نہیں ہوا ہے ــ ! "

" ہاں بھیا ــــ جانے کہاں ہیں وہ ــــ ؟ " پمپوش نے اشکبار اور بے نور آنکھوں سے اندھی وادیوں کو تکتے ہوئے پوچھا ــ !

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

●

دلاّور لون نے دیکھا کہ جھیل ڈل کی مخملی لہروں پر بکھرے ہوئے ہاؤس بوٹوں اور گنڈ سے ڈونگوں کے پیچھے بھیگا ہوا نارنگی آفتاب مدہم ہو کر چھپا جا رہا تھا۔ شام کی ہواؤں میں بے حد خنکی اور نمی تھی۔ ڈل کے ٹھنڈے پانی کی رنگین تصویر پر چپ چاپ کھڑے ہوئے ننگے چنار جھک سے گئے تھے۔ ڈل کے کنارے حد نظر تک بڑے بڑے بنگلوں کی قطار نظر آ رہی تھی۔ یہ بنگلے والیانِ ریاست کے عملے، پنجاب سے آئے ہوئے بڑے لوگوں، بمبئی کے تاجروں، لکڑی کے ٹھیکیداروں سبھی قسم کے لوگوں کے تھے۔ دلاّور لون نے بڑی حسرت سے سامنے والے بنگلے کی طرف نظر ڈالی جہاں سارے شہر کے فاقہ مست لوٹ پڑ رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے بھوکوں اور بھک منگوں کے سوا یہاں کوئی رہتا ہی نہیں ہے —! اتاولے آگے ہی آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کی شکست خوردہ روحیں بنگلے کا طواف کر کے ٹوٹتی ہوئی اندر جھانکنے لگتیں —!

چاول —!

بے شمار چاول —!

دلاّور لون نے محسوس کیا کہ اس اضطراب اور اس گہما گہمی سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور پہرے دار اسے یہاں کبھی داخل ہونے نہیں دیں گے۔ وہ کسی غلط دنیا میں پہنچ گیا ہے۔ جو اسے نہیں پہچانتی اور جس نے گزشتہ مہینوں سے اسے مسلسل نظر انداز کیا ہے وہ اس وقت جنم جنم کا بھیک منگا نظر آ رہا تھا۔ مہینوں کی بھوک نے اسے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ اس کے ایک ایک عضو سے ضعف ٹپک رہا تھا۔ وہ کئی دنوں سے اپنے اعصاب اور اپنی رگوں میں ایک ہولناک بیماری سرایت کرتا ہوا محسوس کر رہا تھا جیسے اس کا رواں رواں فضا میں منتشر ہو رہا ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بنگلہ برقی روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ باہر ٹھنڈ بڑھ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے آج رات برف کا طوفان آنے والا ہو۔ ماحول نے کہر کو گلے لگانا شروع کیا۔ دلاور نے پیوند لگی گندھی میلی کمبل کو لاغر جسم کے گرد لپیٹ لیا اور بھک منگوں کی فوج سے ذرا آگے آکر بنگلے کے صدر دروازے سے ٹیک لگا دی۔

اندر بہت سی شگفتہ آوازیں کھل کھلا کر ہنس پڑیں۔ لاٹھی تھامے ہوئے غیر کشمیری سنتری کی آنکھوں سے لال لال شعلے دمکنے لگے وہ بجلی کی سی تیزی سے آکر دلاور لون پر برس پڑا اور اسے پیچھے دھکیل دیا۔ دلاور لڑکھڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس کی زبان بار بار سوکھ جاتی تھی۔! سنتری اپنے دوسرے ساتھی سے بڑے تجزیہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"کم بخت ___ ہاتو ___ کو ذرا ڈھیل دو تو سر پر چڑھ جائے گا ___ آخر ہے نا ہاتو۔ کتنی بار ان سے کہا کہ دان سب کو ملے گا ___ مہاراج بہادر کی سالگرہ نہ ہو تو ___؟"

دلاور کو سنتری کے اس ذلت آمیز سلوک سے افسوس نہیں ہوا تھا۔ رنگ اور شیش محل میں رہنے والے راجکمار بھلا اور کیا دے سکتے ہیں۔ یہاں تو چاروں طرف بھوک ہی بھوک منڈلا رہی تھی۔ لوگ چاول کے ایک ایک نوالے کے لئے تڑپ تڑپ کر جان دے رہے تھے۔ زندگی طویل اور سنسان راتوں کی طرح بھیانک اور بے کیف تھی۔ کشمیر کے ساتھ اس نے کیسی الف لیلوی باتیں منسوب کی تھیں لیکن یہاں تو بھوک گندگی اور غلاظت کی حکمرانی تھی۔

جہلم کے کناروں پر بسے ہوئے اس سورگ میں وہ اب مہینوں سے سسک رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے ڈونگوں، ہاؤس بوٹوں اور شکاروں نے جہلم کا جلال انگیز حسن انحطاط کو پہنچا دیا تھا اور جہلم جو برسوں تک کشمیر کی آبرو تھی کشمیر کی حسین دوشیزہ تھی اب کشمیر کا قحبہ بن گئی تھی ___! انسانی کیڑوں کی ایک بڑی تعداد ان ڈونگوں میں پیدا ہوتی ہے۔ پلتی ہے ___ پروان چڑھتی ہے اور آخر مر جاتی ہے ___ یہ پانی کی مخلوق ہیں ___!

وادی مرگ میں سڑتی گلتی لاشیں بڑھتی جا رہی تھیں جن کے اوپر منڈلاتی چیلیں پنجے پھیلا رہی تھیں۔ اس نے ڈل کے کنارے آکر سیر ہو کر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پانی پیا۔ روح کی ویرانیوں سے نکلتی ہوئی مظلوم مسکراہٹوں نے محسوس کیا کہ ہر چیز فریاد کر رہی ہے ۔۔۔ زمین و آسمان سب فریادی ہیں مجبوریوں کی جھنجھلاہٹ میں وہ نہ جانے کتنی صدیوں سے زبردستی جیئے جا رہا تھا۔ مجبور ۔۔۔ لاچار ۔۔۔ بے بس ۔۔۔!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پو پھٹی اور ٹھنڈ نے ماہتاب کو جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ اس نے سر سے پیوند لگا میلا لحاف ہٹایا اور دیکھا کہ تھا جو اس کے سلسلے کی پہاڑی چوٹیاں اور جنگل برف سے ڈھک گئے ہیں۔ یہ برف ان بادلوں کا تحفہ تھا جو کل رات گاؤں پر چھائے ہوئے تھے۔ ساری وادی ایک سرد برفیلے اور گہرے اندھیرے میں لپٹ گئی تھی اور پھر رات کے کسی سنسان لمحے چپکے سے سفید سفید برف گرنا شروع ہو گئی تھی۔ برف باری رات بھر ہوتی رہی تھی۔ سپید مناظر سرد ہواؤں میں تھر تھرا رہے تھے۔ سفیدی کے ساتھ ساتھ خاموشی بھی آ گئی تھی۔ ایسی ہلکی خاموشی جو کچھ گداز معلوم ہوتی تھی۔ باہر پگڈنڈی پر ایک گھوڑا خاموشی سے چلا جا رہا تھا اس کے پیروں کے نیچے برف چرمرا رہی تھی۔

بال تل میں جاڑے کا طویل زمانہ نہایت صبر آزما ہوتا ہے نہ کوئی گاؤں سے نکلنے کی جرأت کر سکتا اور نہ وہاں پہنچنے کی ہمت ——— چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے مگر بال تل کے لوگوں کو بہار کی آمد تک اس کی خبر نہیں ہو سکتی۔ وہاں وقت کی رفتار جیسے تھم کر رہ جاتی۔

اس ہمہ گیر سکوت کو اچانک بچوں کی آواز نے توڑ دیا۔ وہ نیند سے اٹھ کر باہر برف پر اچھل کود رہے تھے ان کے گال لال لال ہو گئے تھے۔ وہ غل مچاتے اور طرح طرح کی آوازیں نکال رہے تھے ——! لیکن ماہتاب جیسے اس دنیا کی مخلوق ہی نہ ہو۔ کل رات جب ساری وادی دھند اور کہر میں لپٹی ہوئی تھی تو گلابی اس کے پاس آئی ہوئی تھی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ماہتاب کے پیٹ کے ابھار پر وہ کچھ حیران سی لگ رہی تھی اور باتوں باتوں میں ماہتاب نے اسے اعتماد میں لیا۔ اسے اپنی اس عظیم شکست کی روداد سنائی ۔! اس نے اپنے اس راز کے انگارے اپنی سہیلی کی گود میں ڈال دیئے ۔!

حیرت کی شدت سے گلابی کی زبان گنگ ہوگئی اسے اپنی معصوم سہیلی کی جھلسی ہوئی پاکیزگی پر بڑا ترس آرہا تھا آخر اس نے سرگوشیوں میں ماہتاب سے پوچھا "لیکن یہ سب کیسے ہوا ــــ تمہارا شوہر تو اب اتنے عرصے سے لاپتہ ہے ــــ لیکن ہاں میں نے ایک بار مولوی صاحب کی زبان سے سنا ہے کہ قدیم زمانے میں ایسا ہوتا رہا ہے ۔خصوصاً ایسی عورتوں کے ساتھ جن کا مقام نہایت بلند رہا ہو جو اللہ والیاں رہی ہوں اور اللہ میاں ان کی عبادت و ریاضت سے متاثر ہوکر بہ نفس نفیس ان کے پاس آجاتے ہیں ــــ لیکن ماہتاب! ــــ تم ــــ تم تو کوئی عظیم المرتبت خاتون نہیں ہو ــ تم ایک معمولی دیہاتن ہو ۔گو تمہارا مزاج اور تمہارا حسن سلوک اس بستی کے انسانوں سے نہایت مختلف ہے لیکن ــــ ؟"

اس سے پہلے کہ وہ کوئی مافوق الفطرت تاویل پیش کر کے گلابی کو چپ کراتی اور اپنے ضمیر کی کسک کو خود ساختہ اطمینان کی چادر میں لپیٹ کر سلادیتی ۔گلابی نے باہر برف بار فضا دیکھ کر ماہتاب کو جسم لپٹینے کے لئے کہا ــــ "میری بہن! میں تم سے اس انسان کا ـ ہے جو کوئی بھی وہ ہے اس کا نام نہیں پوچھوں گی کیونکہ آج یال تل کی شکست خوردہ بیٹیوں میں ایک اور کا اضافہ ہوگیا ہے ــــ آج یہ افتاد تم پر پڑی ہے ۔لیکن خاطر جمع رکھو جو چیز تمہیں نہیں چاہیے وہ تمہاری زندگی میں آئے گی بھی نہیں ــــ!"

یہ سن کر ماہتاب کو گھٹا ٹوپ اندھیرے میں امید کی پہلی کرن جگمگاتی نظر آئی ــــ

"لیکن یہ سب کیسے ہوگا ۔؟" گلابی نے سرگوشی میں پڑوس کے گاؤں میں رہنے والی کسی معمر عورت کے متعلق بتایا جو جڑی بوٹیوں کی ایک ہی خوراک میں اس سارے جنجال کا خاتمہ کر دیتی ہے ۔ اس نے کہا:۔

"اس دوا سے بچہ تو جاتا ہی ہے لیکن اکثر یہ ماں کو بھی مار ڈالتی ہے ۔بڑی جان لیوا چیز ہے ۔میں تو یہاں تک بھی سنا ہے کہ اس کا استعمال بچہ جننے کے عمل سے بھی کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے ــــ!"

"کاش! یہ دوا میرا بھی کام تمام کردے ۔اس طرح خاندان بھر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کی آبرو کی بنیادیں متزلزل تو نہیں ہوں گی اور میری بچوں کو ساری عمر سر جھکا کر نہیں چلنا پڑے گا!"
یہ کہتے کہتے اس نے گلابی کو رخصت کیا۔ سیاہ ابھرتے بادلوں نے وادی کو اپنے آنچل میں چھپا لیا تھا۔! یخ بستہ برفیلی ہواؤں کے جھکڑ صنوبر کے جنگلوں میں چنگھاڑ رہے تھے۔!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سردی بڑھتی گئی ــــ!

حدِ نگاہ تک ـــــ وسعتِ خیال تک ـــــ تمام وادی نے برف کا نقرئی لبادہ اوڑھ لیا۔ صنوبر اور شمشاد کے درختوں پہ برف کی موٹی موٹی شاخیں جھکی ہوئی تھیں۔ پائیں تل کے بوسیدہ جھونپڑیوں کے چہروں پہ سفید غازے کی سی موٹی تہہ جم گئی تھی ـــــ وسعتِ نظر تک ایک روشن فضا نظر آ رہی تھی جس پر کوثر و تسنیم میں دھلا ہوا نور بکھرا ہوا تھا ـــــ! ہر چیز زیادہ سخت اور مضبوط ہوتی گئی برف جم کر اور پکی ہو گئی تھی۔ جھونپڑیاں بھی اب زیادہ ٹھوس معلوم ہونے لگی تھیں۔ ننگے اور ٹھنڈے درختوں پر جنگلی کوؤں کی آوارہ جماعت بیٹھ جاتی تو پرستان کے شہرِ خموشاں میں ایک تھرتھری سی دوڑ جاتی تھی۔

گلابی برف سے ڈھکی ہوئی ٹوٹی پگڈنڈی پر لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی گاؤں کے قریب پہنچی تو اس نے ماہتاب کے دروازے تک جانے سے پہلے گھر کا ایک چکر لگایا اور جب اسے اس بات کا یقین ہو گیا کہ کوئی دیکھ نہیں رہا ہے تو اس نے دروازہ سرکایا اور اندر جھانک کر دیکھا ماہتاب پیکرِ غم بنی ہوئی لیٹی تھی۔ خاموشی کے انگارے اس کے کلیجے میں ہر وقت سلگتے رہتے تھے۔ گلابی کو دیکھ کر اس کی بے روح لاش میں جیسے زندگی کی رمق دوڑ گئی وہ اٹھ کر اس کے گلے لگ گئی۔

گلابی اپنے ساتھ برف کی تازہ مہک اور سردی لائی تھی۔ اس کی ابھری ہوئی آنکھیں چمک اور ہنس رہی تھیں وہ گھاس کے جوتوں سے برف اچھالتی آئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اس منجمد کر دینے والی سردی میں کسی نامعلوم مہم سے لوٹی ہو۔ لوٹی پھوٹی کانگڑی سے اپنے اعضا کی ٹھنڈ دور کرنے کے بعد اس نے اپنی مخصوص سرگوشی کے انداز میں کہا:

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

"میں پڑوس کے گاؤں گئی تھی - دوا لائی ہوں - اب تمہیں اس مصیبت سے چھٹکارا ملیگا"
ماہتاب کو ایسا لگا کہ اس کے دل کے نیچے جو سرد گولا سا تھا وہ پگھلنے لگا لیکن اس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں ۔۔۔!

"ماہتاب! پچھتاوؤں کی لاش پر کب تک ماتم کرتی رہو گی - جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب آبرو کے آنچل کو داغدار ہونے سے بچانے کا وقت آگیا ہے - اب مجھے بتاؤ کہ یہ دوا استعمال کہاں کرو گی؟ کیونکہ تم جانتی ہو کہ یہ کام گھر اور بچوں کے بیچ ہو نہیں سکتا"
ماہتاب کو اچانک ربانی صاحب کے مزار کی یاد آئی اور وہ سارے منظر اس کی آنکھوں کے سامنے ڈوبتے ابھرتے رہے ۔۔۔ کتنی دور افتادہ جگہ ہے وہ
مزید تاخیر کے بغیر دونوں سہیلیاں ہانپتی کانپتی ہوئی مزار کی طرف جانے والی برف سے ڈھکی ہوئی پگڈنڈی پر تیز تیز چلنے لگیں ۔۔۔! میدان اور ان کے نشیب فراز پہاڑ اور ان کی گھنی چھاتیاں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

ماہتاب کی طبیعت ہفتوں سنبھل نہ سکی وہ ایک زخمی کبوتری کی طرح بستر میں لوٹتی رہتی اور اس کی شفیق سہیلی گلابی برابر اس کی تیمار داری کرتی رہی - اس کے بے سہارا بچوں کا خیال رکھتی رہی اور جب کسی دن اس کی طبیعت بہتر ہوتی تو گلابی اس کے لئے سوکھے شلغموں کے چھلکے پکا کر لاتی لیکن ماہتاب اپنے ہاتھ سے سینے کو دباتے ہوئے نہایت نحیف آواز میں کہتی ۔۔۔ "ایسا لگتا ہے کہ میں اسے نگل نہیں سکوں گی - میرا دل سینے کے اندر کی بھول بھلیوں میں اس قدر بھاری ہو گیا ہے کہ میں کچھ بھی نگل نہیں سکتی - میرے دل میں درد و غم کا ایک سمندر سا موجزن ہے لیکن میں رو نہیں سکتی ۔۔۔ ! نہ جانے کیسے کیسے خیال سر ابھارتے ہیں - کبھی خیال آتا ہے کہ میں نے ایک گناہ کو چھپانے کے لئے دوسرے بڑے گناہ کا ارتکاب کر ڈالا - جرم کا آخری نشان مٹا کر بدنامی، خوف اور خدشوں کے اندھیرے تو چھٹ گئے اور اطمینان کی روشنی ہر طرف پھیل گئی - لیکن نہ جانے یہ کیسا اندھیرا ہے ۔۔۔ گلابی! ۔۔۔ جو میرے دل و دماغ پر چھایا جا رہا ہے - کیا یہ محض میرا جذباتی انتشار ہے آہ! ۔۔۔ میرا بچہ ۔۔۔ میرے اپنے گوشت اور خون کی تخلیق ۔۔۔ نرم نرم گوشت کا ایک ننھا منا وجود ۔۔۔ وہ ابھی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کل تک میری کوکھ میں سمایا ہوا تھا اور آج ــــ میرے ہاتھ بھی خالی ہیں اور گود بھی ـــ ! مجرم تو حشمت خان تھا۔ انتقام اس سے لینا چاہیئے تھا لیکن میں نے کیا کیا ـــ کیا کیا ہم نے یہ گلابی ـــ ! کہیں ہم سے ایک اور ناقابل تلافی جرم تو سرزد نہیں ہوا ـــ ایک بے قصور اور فرشتوں کے تقدس کا سرچشمہ ـــ اسے کس جرم کی سزا دے دی ہم نے ـــ !"

گلابی نے ماہتاب کو سینے سے لگایا۔

"میری بہن ! ـــ تو کائینات کی وہ مقدس ہستی ہے جسے "ماں" کہتے ہیں جس کے پیروں کے نیچے جنت ہے۔ مگر تو وہ بدنصیب ماں ہے جس کا وجود شعلوں کا دہکتا ہوا جہنم ہے ـــ ! تو خوش قسمت بچی ہے ماہتاب ! تمہارا گناہ یوں چپ چاپ گمنامی کی موت مرا ـــ ! اب تم سنبھلنے کی کوشش کرو اور ایک ماں کا فرض پورا کرو ـــ دیکھو تمہارے یہ بچے ـ جو تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ کس قدر مضمحل اور کس قدر سہمے ہوئے ہیں ـــ !" اس کا بڑا لڑکا ماں کے پاس آکر بیٹھ گیا اور گلابی چھلکتی ہوئی اشک بار آنکھیں لئے چلی گئی۔

دن گذرتے گئے اور موسم سرما کی شدت کی سردی کا دور ختم ہوگیا۔ سردی کم ہونے لگی۔ دھوپ کے رخ پر چھتوں کی برف گھل گھل کر ٹپکنے لگی۔ برف کی چھوٹی قلمیں ہر جگہ چھتوں سے لٹکتی ہوئی دھوپ میں چمک رہی تھیں اور ان سے بلور کی طرح شفاف زنگار رنگ پانی کے قطرے آنسوؤں کی طرح ٹپک رہے تھے ! ماہتاب بادلوں کی اوٹ میں چھائے نکتے سورج کی چمکتی دھوپ میں اپنے ناتوان جسم کو گرمی پہنچانے کے لئے مہینوں بعد باہر آئی۔ برف کی قلموں سے زنگار رنگ پانی کے قطرے ٹپاٹپ گرتے رہے۔ اچانک دلاور لون کا چہرہ اس کی نظروں میں گھومنے لگا جب شادی کے بعد پہلی بار اس نے دلاور سے برف کی ایک قلم مانگی تھی تو اس نے ماہتاب کی بے پناہ محبت سے سرشار ہو کر اور منجمد کر دینے والی سردی کو نظرانداز کر کے چھت کی ساری قلمیں ایک برتن میں اس کو پیش کی تھیں۔ یہ والہانہ محبت کا ابتدائی انداز تھا جو انجام کار نفرت میں بدل گیا ـــ !

اس یاد نے اسے پھوٹ پھوٹ کر رلایا۔ اس کے رونے کی آواز بال بال

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کی بستی میں گونج اٹھی۔ بستی کی عورتیں ایک دوسرے کی طرف دیکھتیں اور آنکھوں میں ہی کہتیں:۔

"بے چاری۔ بیوہ ـــــ اُسے اپنے سینے کا بوجھ ہلکا کرنے دو ـــــ!"

گلابی نے آکر اس کے بچوں کو گلے لگائے رکھا اور وہ روتی رہی ـــــ روتی ہی رہی۔

طویل عرصے تک رونے کے بعد ماہتاب نے اچانک سرسراہٹ کی سی ایک آواز سُنی اس نے جو نظریں اٹھاکر دیکھا تو جھیل پر پھیلی ہوئی چاندنی میں نہائی تھا جو اس کی بلند چوٹیوں کے پس منظر میں ابھرتے چاند کا داغدار چہرہ نظر آیا۔ شام کی ہواوں میں بیحد خنکی اور نمی تھی۔ کہیں دور سے جنگل کی نوزائیدہ ہریالی کی مہک ماحول میں پھیلی ہوئی تھی ـــــ سرسراہٹ کی سی آواز دراصل پمپوش کی تھی وہ آہستہ آہستہ راستہ ہاتھوں سے محسوس کرتے ہوئے اس کی طرف آرہی تھی۔ ماں کے قریب پہنچتے ہی وہ چلائی:۔

"ماں! ـــــ چاچی کہہ رہی تھی کہ ہم تمہیں رونے دیں جب تک تمہارے سینے کا بوجھ ہلکا نہیں ہوتا ـــــ! کیا سارا دن روتے رہنے کے بعد بھی تمہارا بوجھ ہلکا نہیں ہوا ماں ـــــ!"

ماہتاب کا دل بھر آیا۔ اُس نے اپنی نامراد لڑکی پر ایک نظر ڈالی۔ جیسے وہ اسے سالہا سال کے بعد دیکھ رہی ہو۔ اس نے اپنے بالوں کو سلیقے سے رکھا۔ اپنی آنکھوں کو پونچھ لیا اور پمپوش کو گلے لگاتے ہوئے کہا:

"میری بچی ـــــ کاش مجھے یہ ظالم دنیا رونے پر مجبور نہ کرتی ـــــ!"

وہ پمپوش کو بے تحاشہ چومتی رہی۔ ممتا کا سمندر ایک بار پھر امنڈ آیا تھا نہ جانے کتنے مہینوں بعد ـــــ! پمپوش ماں کی اس غیر معمولی شفقت سے حیران تھی لیکن ماہتاب اس کے کھردرے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہے جارہی تھی "مجھے بتاؤ اب تمہاری آنکھیں کیسی ہیں ـــــ!؟"

پمپوش نے سہمے سہمے سے انداز میں جواب دیا۔ "میری آنکھیں تو ویسی ہی ہیں جیسے پہلے تھیں۔ ہاں اتنا تو ضرور ہے کہ اب مجھے تم لوگوں کے چہرے اتنے صاف دکھائی نہیں دیتے۔ تالاب اتنا لانبا سا ہو گیا ہے لیکن میں یہ نہیں بتا سکتی کہ آیا سامنے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سے تم آ رہی ہو یا وہ - جب تک کہ میں آواز نہ سنوں ـــ !"

"آہ تمہاری یہ حالت اور مجھے علم ہی نہیں ۔ کہاں گم رہی میں اتنے عرصے ؟ لیکن کوئی بات نہیں ۔ کل اگر موسم بہتر رہا تو میں تمہیں قصبے کے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گی۔ وہ کوئی اچھی سی دوا دیں گے جس سے تمہاری آنکھیں بالکل ٹھیک ہو جائیں گی" یہ کہتے کہتے اس نے پمپوش کو سہارا دے کر لٹایا ۔ چھوٹے لڑکے کو گود میں بٹھایا ۔ کھانا بنانے کے کام میں نادر بھی اس کا ہاتھ بٹانے لگا ۔ وہ دیر تک بچوں کو ٹکٹکی لگائے دیکھتی رہی جیسے برسوں سے انہیں دیکھا نہ ہو ۔ رات گئے تک وہ انہیں روکھی سوکھی کھلاتی رہی وہ ان سے کہہ رہی تھی کہ کل وہ ان کے کپڑے دھوئے گی ۔ وہ ان کی تکلیفوں ان کی آئی ہوئی معمولی خراشوں کے متعلق پوچھ رہی تھی ۔ بچوں نے ماں کی توجہ پاکر خوب دل کھول کر باتیں کیں۔ اِدھر کی اُدھر کی یہاں کی وہاں کی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

●

صبح جب ماں بیٹی پال تل سے چلیں تو آسمان بالکل صاف تھا۔

پہاڑوں پر برف ہی برف تھی اور نیلے آسمان کی وسعتوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ وہ ہولے ہولے قدموں سے چلتی ہوئیں اونچے اونچے درختوں کے جھنڈ میں غائب ہو گئیں۔ نہ جانے کہاں سے چڑیوں کے ایک زبردست غول کی سمع خراش چہچہاہٹ گونج اٹھی۔ وہ حد نظر تک اڑتی دکھائی دینے لگیں ایک لمحے کے لیے جنگلی جھاڑیوں سے پھدکیں اور صنوبر کے لانبے درختوں کی شاخوں پر سیٹیاں بجائیں۔ ماہتاب یمپوش کا ہاتھ تھام کر اسے جنگل کے اسرار سے آگاہ کرتی ہوئی برابر آگے چل رہی تھی۔

گاؤں اب بہت پیچھے رہ گیا تھا اوپر گھاٹی میں برف کے نیچے پہاڑی نالہ کل کل کر رہا تھا اس کے کنارے کنارے بڑے بڑے پتھر پھیلے ہوئے تھے اور کہیں کہیں پتھروں کے گرد پھیلی ہوئی برف میں سے جھاڑیاں جھانک رہی تھیں۔ برف کی سرحد کے نیچے نگہبانوں کی طرح درختوں کی قطاریں تھیں پھر دیودار، چیل اور صنوبر کے درخت درجہ بدرجہ بتدریج نیچے اترتے ہوئے پتھروں اور چٹانوں سے الجھتے اس شفاف چشمے کے کنارے پہنچ رہے تھے جس کے دوسری طرف صنوبروں کی قطار تھا جو اس کے مرغزاروں کے دامن میں سمٹی ہوئی تھی دور ــــ قصبے میں سندھ ندی شور مچاتی جھاگ اڑاتی اور پتھروں سے ٹکراتی ہوئی بہہ رہی تھی۔

"لو ــــ ہم اب قصبے میں پہنچ گئے ــــ" ماہتاب نے ۲ گھنٹوں کے مسلسل پہاڑی سفر کے بعد یمپوش کو خوشخبری سنائی۔ اپنے کمزور ہاتھوں میں اس کے ہاتھ اب پسینے سے تر ہو گئے تھے۔ یمپوش حسب معمول مسکرا رہی تھی لیکن ماہتاب کے دل میں طرح طرح کے وہم سے سر ابھار رہے تھے۔ "کہیں میں اپنی بچی کا علاج بہت دیر کے بعد تو نہیں شروع کر رہی ہوں" سچ تو یہ ہے کہ یمپوش کی وجہ سے یہ پہاڑی سفر اور بھی اذیت ناک

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ین گیا تھا۔ وہ تو ایک قدم چلنے کے قابل نہیں ۔۔!

نیچے سبزہ زار کے میدان پر پتھروں سے بنے چند مکان تھے ۔ جن کے چھت پر ٹین کی چادریں سورج کی ارغوانی کرنوں میں چمک رہی تھیں ۔ یہیں پر دواؤں کی دکان تھی ۔" ہاں! ــــ کیا چاہیئے تمہیں ــــــ!" دکاندار جو نہایت نحیم شحیم تھا ماہتاب سے پوچھنے لگا۔

" کیا تمہارے پاس کوئی ایسی دوا ہے جس سے میری بیٹی کی ان آنکھوں کا علاج ہو سکیگا"

دکاندار دیر تک پمپوش کی آنکھوں کا معائینہ کرتا رہا اور آخر بڑے معنی خیز انداز میں پوچھ بیٹھا

" لیکن اس کی یہ حالت کیسے ہو گئی ہے ــــــ!"

" پہلے پہل تو ہم لوگ یہی خیال کرتے رہے کہ دھوئیں کی وجہ سے معمولی تکلیف ہے لیکن اب روز بروز اس کی تکلیف بڑھتی جا رہی ہے ۔ نہ جانے اس کی آنکھوں میں کون سی آگ لپک رہی ہے ــــ مائی باپ ــــ خدا کے لئے میری اس پیاری ردا اور خوش مزاج بیٹی کی آنکھیں بچائیے ـــ!"

" تم لوگوں کے ساتھ یہی مصیبت ہے ۔ جب اس کی آنکھیں پوری طرح متاثر ہوتی ہیں ۔ تب جا کر تمہیں علاج کی سوجھی ہے ــــ ارے بابا اب ان آنکھوں کا بھلا علاج کیا ہوگا؟"

دکاندار کے ان الفاظ نے دونوں دلوں کے ٹکڑے کر دیئے ۔ ماں نے اپنی تمام تر قوت جمع کر کے کہا :-

" لیکن کوئی نہ کوئی علاج تو ضرور ہوگا ــــ کہیں نہ کہیں تو بڑا معالج ہوگا ۔ مجھے ایسے معالج کا پتہ بتائیے جو زیادہ پیسے طلب نہ کرے کیونکہ ہم لوگ نہایت غریب ہیں ۔۔!"

" بڑی بی! کیوں اپنا اور میرا وقت ضائع کرتی ہو ـــ اس کی تقدیر میں ہی اندھا پن لکھا ہے ۔ تو تم کیا کر سکتی ہو ـــ؟" اس نے کمال عنائیت سے یہ ہمدردی کے الفاظ کہے اور کھولتے سماوار سے قہوہ انڈیلنے لگا۔

غم کے پہاڑ تلے دبی کچلی دونوں روحیں آگے بڑھیں ۔ اس نے اپنی نامراد بچی کا ہاتھ زور سے تھام لیا اس کی آنکھیں پمپوش کی آنکھوں میں جھانکتی رہیں ۔ بازار کی گہما گہمی اور چہل پہل سے بے نیاز ـــ!

اجاڑ کھنڈروں کے اس طرف سنار کی ایک دکان پر عورتوں کی بڑی بھیڑ تھی جو نہایت انہماک سے زیورات کی نمائیش ملاحظہ کر رہی تھیں ۔ انگوٹھیاں ، کڑے اور آویزے خوب بک رہے تھے یہ سبھی زیورات پیتل کے تھے ۔ ماہتاب نے دیکھا کہ زیورات کی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کی نمائش کرتے کرتے دکاندار اپنی جنسی تفریح کا سامان بھی کر رہے تھے ـــــــ! ایک بار ماہتاب کا جی چاہا کہ وہاں سے بھاگ جائے لیکن آخر ہمت سے کام لے کر مٹھی میں دبے آویزے دکاندار کی ہتھیلی پہ رکھ دیئے ـــــــ! یہ آویزے اس کی تو قیر کی قیمت تھی اور جب تک یہ سونا اس کے پاس رہے گا اس کی قیمت مٹی سے زیادہ نہیں ہوگی ۔ دکاندار کی آنکھیں چمک رہی تھیں ۔ اس نے ایک ایک روپے کے پانچ نوٹ ماہتاب کی جھولی میں ڈال دیئے ۔

"بس اس کے علاوہ کچھ نہیں ملیگا ـــــ!!"

روپے اس کی ہتھیلی میں تھے لیکن وہ سوچ رہی تھی کہ سونا اگر مٹی میں بھی مل جائے تو اس کی قیمت میں فرق نہیں آتا ـــــ! یہ چاند بادلوں کے دبیز پردوں میں چھپ کر بھی اپنی چاندنی سے محروم نہیں ہوتا ـــــ سورج آندھی اور طوفان کے گرد وغبار میں بھی اپنی چمک زائل نہیں کرتا ـــــ بالکل اسی طرح عورت ہمیشہ عورت ہی رہتی ہے ـــــ! اپنا سب کچھ لٹا دینے کے بعد بھی اس میں عورت پن قائم رہتا ہے ۔!

واپس گاؤں جاتے ہوئے دونوں ماں بیٹی خاموش تھیں
جنگل بھی خاموش تھا ـــــ!
آسمان بھی خاموش تھا ـــــ!
پہلوشی کا نور اس سے کس نے چھین لیا ـــــ؟
سیاہ جنگل اور سیاہ آسمان کا سینہ چیر کر بھی کوئی چیز اس سوال کا جواب نہیں لا سکتی تھی!؟

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

●

زمین کی طوالت طے ہوتی رہی۔ دن گذرتے رہے۔!

نہ جانے کتنے سورج سر سے گذرے — نہ جانے کتنے چاند نکلے۔!

زندگی کا سفر جاری رہا۔!

وقت نے ماہتاب کے رُخ پر جھریاں ڈال دیں۔ جب کبھی کبھار رات گئے وہ دلاوروں کے بستی سے گئے ہوئے برسوں کا حساب جوڑنے بیٹھ جاتی تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں جوڑتی لیکن حساب برابر نہیں آتا۔ اس کی چال میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اور وہ گلابی کی طرح فربہ اندام نہیں ہوئی لیکن برسہا برس تک کھلیانوں میں سخت دھوپ میں کام کرتے کرتے اس کی رنگت سانولے پن کی طرف مائل تھی اور وہ پہلے جیسی مستعدی سے ادھر ادھر جانے سے معذور ہو گئی تھی۔ جوں جوں بچے بڑے ہوتے گئے ان کی نظروں میں ماں بس ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی۔ نادر ماں کو کھیتوں میں نکلنے نہیں دیتا تھا وہ اب کھیتی باڑی کا سارا کام خود سنبھال چکا تھا ماں کی محنت کو وہ اپنے لئے ہتک آمیز تصور کرتا تھا۔ ہاں گھر کے چھوٹے موٹے کام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ چاہتا تھا کہ ماں گھر کے باہر اخروٹ کے درخت کے نیچے دھوپ میں بیٹھی آرام کرتی رہے اور مویشیوں وغیرہ کا خیال رکھے لیکن ماہتاب کو اپنے جوان بیٹے کی اس محبت پر ہنسی آتی وہ خود کو اتنا ضعیف العمر تصور نہیں کرتی تھی۔ کھیت اور کھلیان تو اس کے محبوب تھے وہ بھلا اُن سے کیسے آنکھیں چرا سکتی تھی۔ سارا دن کھیت میں کڑی محنت کے بعد بہنے والے پسینے میں اس کی خوشی کا راز پنہاں تھا۔ وہ ساری زندگی کھیتوں کھلیانوں پہاڑوں اور اسی قسم کی عظیم چیزوں میں گھری رہی تھی اب وہ گھر کے اندھیروں میں سوئیوں سے کیا دل بہلا سکتی تھی۔! اس کے کھنچے اعصاب اور تھکا جسم آرام حاصل کر کے اگلی

صبح تروتازہ بیدار ہوتا۔ ہاں گھر میں اب ایک جوان سال بہو کی کمی بری طرح محسوس ہو رہی تھی کیونکہ بے چاری اندھی یمپوش ہزار کوششوں کے باوجود بھی گھر کے کام کاج سے انصاف نہیں کر پاتی تھی تاہم وہ بعض گھریلو کام نہایت سلیقہ شعاری سے انجام دیتی تھی۔ چنانچہ چاول دھوتے اور انہیں اُبالنے میں اسے پوری مہارت حاصل تھی وہ کمروں کی صفائی کا کام بھی انہماک سے کرتی تھی لیکن گھر سے باہر نکل کر کھیتوں میں اپنے بھائی کا ہاتھ بٹانا بے چاری کے بس کا روگ نہیں تھا۔ اپنی جوان سال معذور بچی کو ایک سہمی ہوئی روح کی طرح گھر کی چار دیواری میں قید دیکھ کر ماہتاب بے حد اداس ہو جاتی۔ آخر یہ لڑکی شادی کے بعد سسرال میں کیسے نبھاہ سکے گی۔ کیونکہ لڑکی تو آخر پرایا دھن ہے۔ تب ماہتاب کے دل کے کسی گوشے میں یہ خیال بھی جھنکارتا کہ یمپوش کی شادی سے پہلے ہی کہیں وہ آنکھیں موند بیٹھی تو بے چاری بے سہارا لڑکی کا کون سہارا ہوگا۔ ایک لڑکی کا سب سے بڑا سہارا تو اس کا مرد ہوتا ہے۔ جب کبھی کبھار یہ خیال شدت اختیار کرتا اور وہ نادر سے اس کے متعلق کہتی تو وہ نہایت سعادت مندی سے کہتا "جب تک وہ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتی رہے گی میں اس کا پورا خیال رکھنے کا ذمہ لیتا ہوں ماں —!" اس سے ماہتاب کی ڈھارس سی بندھ جاتی لیکن پھر ایک اور خیال کی لہر اسے لپیٹنے لگتی —— اگر بیوی کے آنے پر نادر کے خیالات بدل گئے تو میری اپاہج بیٹی تو بے موت ماری جائے گی —— اُف! اللہ! میں کیا کروں؟ کیوں نہ میں نادر کے لئے ایک ایسی دلہن تلاش کروں جو اس کا ہی نہیں بلکہ اس کی اندھی بہن کا بھی خیال رکھے —! سوتے جاگتے انہی خیالات کے سپنے دیکھتے دیکھتے اس کا ذہن تھک جاتا۔ مینڈک بھی ٹراتے ٹراتے تھک جاتے جھینگروں کی آواز نیند میں کھو جاتی جنگل کے جانور دن بھر کی اچھل کود کے بعد رین بسیرا کر تے ہوا بھی جیسے خاموش ہو جاتی چڑیوں اور پرندوں کی کلکاریاں پھولوں کی چٹک اور نسیم سحر کی سرسراہٹ بھی ابھی بہت بہت دور ہوتی لیکن اس پُرسکون وقت میں پریشانیوں سے بوجھل ذہن بیماریوں سے دکھی جسم اور فراق سے تپتا دماغ اسے چین نہ لینے دیتے —!

اب وقت آگیا تھا جب نادر کی شادی کر لینی چاہئے۔ وہ اب اٹھارہ سال کا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہو چکا تھا۔ بارہ سال پہلے اس کا باپ نیلی لباس لگاکر انجان دنیاؤں میں کھو گیا تھا ــــ بارہ سال ــــ بارہ صدیاں ــــ! کیسے بیت گئیں ــــ؟ جس ہستی سے بارہ پل کی جدائی گوارا نہ تھی اس کے بغیر اتنے سال کیسے گزار دیئے ــــ نادر کی ساری دلچسپیوں کا مرکز اس کے کھیت اور کھیتی باڑی تھی۔ وہ دن رات محنت کرتا اور کبھی حرف شکایت لب پر نہ لاتا۔ جوئے یا کھیل کود سے اسے کوئی رغبت نہیں تھی: ہاں فرصت کے اوقات میں وہ گاؤں کے لڑکوں کی حرکتوں سے محظوظ ضرور ہوتا وہ بہت دور سے دیکھا کرتا اسے اس بات کا بھی افسوس نہ تھا کہ اس کے بچپن کے بھولے بھالے کھیلنے کودنے کے دن بھی کھیتی باڑی اور افلاس زدہ زندگی کی نذر ہو گئے تھے۔ البتہ اسے زمین دار جاگیردار اور پنڈت نارائن جو کے نئے منشی کے جور زبردستیوں سے سخت نفرت تھی۔ حشمت خان اب کئی برسوں سے دکھائی نہیں دیا تھا اس کی جگہ ایک نئے منشی نے لی تھی۔ بساط وہی تھی صرف چہرہ بدل گیا تھا۔ خون پسینے سے حاصل کی گئی پیداوار کی تقسیم آج بھی برابر جاری تھی۔ اناج کے ایک ایک دانے کی تقسیم کے ساتھ غریب کسان کی محنت کا معیار آہستہ آہستہ زمین بوس ہونے لگتا۔ نادر جیسے محنت اور اطاعت کے پیکر بیٹے میں البتہ ایک بات ماہتاب کو بری طرح کھٹکتی اسے اپنے چھوٹے بھائی گل ریز سے کچھی بغض سا تھا۔

عجیب بات تھی نادر جو ساری بستی کے لوگوں کے لئے ہمدردی اور حسنِ اخلاق کا مجسمہ بنا ہوا تھا اپنے کم سن بھائی کے لئے ایک سخت جان حیوان بن جاتا تھا وہ اسے کھیتوں میں ہر طرح کے اذیت پسند کام کرواتا۔ بات بات پر اسے مارتا پیٹتا۔ دونوں کے جھگڑے کی وجہ سے گھر میں ایک نفرت انگیز فضا جنم لیتی۔ گل ریز مار کھا کر گھر سے بھاگ جاتا اور گلابی چاچی کے ہاں پناہ لیتا وہاں سبھی لڑکے اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے اور وہ اطمینان سے اس وقت گھر لوٹتا جب نادر کھیتوں کی طرف چلا جاتا تھا۔ کبھی جب نادر کھیتوں پر جانے کے بجائے اس کا منتظر رہتا تو وہ جنگل کو جانے والی پگڈنڈی پر بے تحاشہ دوڑتا چلا جاتا۔ بستی بہت پیچھے رہ جاتی اور پگڈنڈی ختم ہو کر جنگل کی سرحد شروع ہوتی تو وہ جنگلی گلابوں کی سحر انگیز جھاڑیوں میں اخروٹ کے پیڑ سے ہانپنے لگتا۔ آہستہ آہستہ وہ اپنی سانس پر قابو پالیتا پھر وہ وہیں اخروٹ کے درخت سے ٹیک لگاتا۔ اتھا جو اس کی سدا بہار برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیوں کے اوپر پرواز کرنے والے سنہری پرندوں کو

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

وہ دیر تک دیکھتا رہتا - کبھی ان کے پر سورج کی شعاعوں سے منوّر ہو جاتے اور کبھی ان کی چمک ماند پڑ جاتی - کبھی یہ خواب و خیال سے بھی حسین پرندے دور سے بس ایک نقطے کی مانند نظر آتے پھر یوں غائب ہو جاتے جیسے آسمان انہیں نگل گیا ہو - کچھ دیر کے بعد وہ ایک بار پھر نظر آتے ــــ حدِ نگاہ سے نیچے وادی کی طرف ایک غوطہ لگاتے ہوئے اور پھر ایک بار ننھا خواس کے دائروں کے اوپر اپنی پرواز کا سلسلہ شروع کر دیتے - بلند اور بلند ــــ!

یکایک گل ریز کو پہاڑوں کے اوپر آسمان سے گہرے سرخ رنگ کے شرارے چھوٹتے دکھائی دیتے - جنگلی گلاب کے پتوں پر شبنم کے قطرے یوں چمکتے دکھائی دیتے جیسے نیلے بنفشی اور سرخ رنگ کی چنگاریاں ــــ! دور تک پھیلا سبزہ زار روشنی میں کسمسانے لگتا اور بھانت بھانت کے جنگلی پھول سبزہ زار میں جگہ جگہ شبنمی غسل کے بعد اس طرح شاداب نظر آتے جیسے گل ریز کی آمد سے انہیں بے پناہ مسرت ہو ئی ہو ــــ!

تب ٹھنڈی ہوا کا ایک خوشگوار جھونکا آتا اور اس کے خوبصورت بالوں کو بکھیرتا ہوا آگے چلا جاتا اس کا میلا پھرن ہوا میں اڑ اڑ جاتا - دور یال ہل کے کسان کھیتوں میں کام کرتے ہوئے نظر آتے دوسری طرف صنوبر اور شمشاد کے بلند درختوں کا پھیلا سرسبز جنگل اور تیسری طرف دور اس کا مٹی کی چھت والا ایک منزلہ گھر جہاں اخروٹ کے درخت کے نیچے اس کی ماں دھوپ میں اس کی تلاش کرتی پھرتی تھی -

وہ کل کل کرتی ہوئی ندی کے کنارے کنارے چلتا   یہاں گیلے پتھروں کی مہک ہوتی اور پاس ہی بید کی گھنی چھاؤں کے نیچے ابلتا ہوا چشمہ - پانی کے دو چار گھونٹ پی کر وہ اپنی پیاس بجھا لیتا اور وہیں پیڑ سے ٹیک لگائے کبھی کبھار اس کی آنکھ لگ جاتی اور جب شام کو نادر اسے ایک بار پھر پیٹنے کے لئے لپکتا تو ماہتاب گل ریز کو گود میں اٹھا کر نادر پر برس پڑتی ــــ "خدا تمہیں غارت کرے - اپنے اس معصوم بھائی پر ہاتھ اٹھاتے تجھے شرم نہیں آتی ــــ! جینا دوبھر کر دیا ہے چھوٹی سی جان کا ــــ!"

"سارا دن جنگل میں بے کار پڑا رہتا ہے اور میں وہاں کھیتوں میں اکیلا کام کرتا ہوں تم نے لاڈ پیار سے اس کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے ــــ!"

یہ بات صحیح تھی - ماہتاب گل ریز کو بے حد چاہتی تھی - اس کے اعصاب کی باگ گل ریز کے ہاتھ میں تھی - نادر کیسے بڑا ہوا اس کے متعلق ماہتاب واقعی بہت زیادہ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نہیں جانتی تھی اور پھر اس کا یہ خونخوار انداز اسے ایک آنکھ نہ بھاتا تھا ۔! رہی پھلپوش ۔۔ تو ماں کے دل میں اس کے لئے شفقت تھی لیکن اس شفقت میں درد کی کڑواہٹ شامل تھی چنانچہ جب کبھی بھی وہ اپنی ماں کے پاس آکر اس کی پیاری پیاری باتیں سنتی اور مسکراتی رہتی اور اپنے بازو ماں کے گلے میں ڈال دیتی ۔ ماں ممتا سے مغلوب ہو کر اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتی لیکن پھر ایک دم کسی کام کا بہانہ کر کے پھلپوش سے دور چلی جاتی ۔۔۔ وہ اس کی بے نور آنکھوں کے خالی اور سونے پن کو برداشت نہیں کر پاتی ۔۔ !

صرف گل ریز ہی اس کی پہلی اور آخری پسند تھی ۔ گہری آنکھیں ، لمبے لمبے بال ، کشمیری سیب کی طرح سرخ سرخ گال ۔۔۔ ماہتاب کو اکثر ایسا محسوس ہوتا جیسے دلاور لون موت کی وادیوں سے واپس آکر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا ہو ۔ دلاور لون کی خوابیدہ محبت کا دھارا نئے سرے سے گل ریز کے لئے امڈ آیا تھا ۔ اسی لئے وہ اسے بے حد چاہتی ۔۔ !

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

وقت بھاگتا رہا ـ!

اس کی پرواز روک کر اس کے آئینے میں کون اپنے خدوخال دیکھ سکتا ہے ـــ تھکان سے چور مشقت سے نڈھال بوڑھی ماں اپنے بچوں کے حق میں دعا کرتے کرتے تاروں کی نیلی دنیا میں پہنچ جاتی اور پھر سارے ستارے موٹے موٹے آنسو بن کر زخمی پلکوں سے ٹپک پڑتے ـــ ! پمپوش کے پھول سے بے نور سے چہرے پر مشقت کی کملاہٹ سوکھی ہوئی الجھی لٹیں جو مہینوں الجھی رہتیں۔ اس کا دل غم دوراں سے کانپنے لگتا تاروں کی طرح کپکپانے لگتا اس کا جی چاہتا دنیا کے جگمگاتے ہوئے ایوانوں سے تاروں کے موتی توڑ لا کر انہیں کے رنگ میں رنگ کر اپنی بیٹی کے نوخیز جسم کو سجا سنوار کر کسی دیوان کی ملکہ بنا دے۔ اس ایک لمحہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل جاتی اور آنکھوں میں آسمانی رنگ کی لکیریں بکھر پڑتیں ـــ ! ایسے لمحوں میں وقت کی رفتار جیسے تھم جاتی اور دور ـــــ تھا جو اس کی برف پوش چوٹیوں کی تمام روحیں خاموش ہو جاتیں ـــ !

لیکن نادر آنسوؤں کو چھلکاتا اور چھلکا کر پی جاتا۔ وہ نفرت کا مجسمہ بن جاتا نفرت کا یہ لاوا اس کے اندر ہی اندر پکتا رہتا اور انجام کار اس نے یہ سارا لاوا اگل دیا فصل کٹنے کے ایام تھے۔ یہ وقت ایسا ہوتا ہے جب کنبے کے سبھی افراد کو مشترکہ طور خون پسینہ ایک کرنا ہوتا ہے کیونکہ ان کی زندگی کی بقا اسی مٹی سے عبارت ہے اور اپنا خون پسینہ ایک کر کے وہ اس سے غذا حاصل کرتے ہیں۔ ماہتاب نے گھر میں دونوں بھائیوں کے درمیان آئے دن کے جھگڑوں سے تنگ آ کر گل ریز سے کہا تھا:

"میرے بیٹے! غربت اور افلاس کی چوسی ہوئی ماں کو کیوں اذیت دیتا ہے یہ چند دن جی جان سے کھیتوں میں کام کر لے۔ اپنے بڑے بھائی پر اپنی صلاحیتوں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کو اجاگر کرو۔ اگر تم واقعی اسی جذبے سے کام کرو گے تو میں قصبے سے تمہاری کوئی من پسند چیز لا کر دلانے کا وعدہ کرتی ہوں"

گلریز پر ماں کی باتوں کا مثبت اثر پڑا وہ ماں جس کو زمانے نے چالیس برس کی عمر میں ہی ضعیف بنا دیا تھا جس کے ماتھے پر تفکرات کی سلوٹیں ضعیفی کے نقوش بن کر رہ گئیں تھیں ۔۔۔! گل ریز نے کھیتوں میں کڑی محنت کی اور اسی روز جب ماں نے آفتاب غروب ہونے سے ذرا قبل بیٹوں سے اجازت لی اور خراماں خراماں تھکی ہاری گھر پہنچی تاکہ آگ سلگا کر کھانا گرم کر سکے۔ بیٹیوں نے ان گنت چھینٹروں کو ندی کے پانی سے دھو کر انہیں سوکھنے کے لئے دھوپ میں ڈال دیا تھا۔ لحاف کی وقیانوسی روئی کو دھن کر اس نے پسوؤں اور کھٹملوں کو مارنے کی کوشش کی تھی لیکن متعدد کھٹمل اب بھی کونے کھدروں میں چھپے ہوئے تھے۔۔۔! ماں بیٹی اب کھانے کا اہتمام کرنے لگی تھی۔ دور کھیتوں سے انہیں گلریز کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ دوڑتی ہوئیں باہر آئیں تو نادر نے گل ریز کو پیٹ پیٹ کر لہولہان کر دیا تھا۔ ماں کو دور سے ہی دیکھ کر گل ریز ایک دہشت زدہ خرگوش کی طرح اس کی گود میں سمٹ آیا۔ ماہتاب تڑپ اٹھی:۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں نادر ۔۔۔۔ پاکھنڈی ۔۔۔۔۔ نیچ ۔۔۔۔ کم ذات خبیث! بے چارا سارا دن دہکتے ہوئے آفتاب کے نیچے محنت کرتا رہا۔ پسینے سے شرابور ہوتا رہا مہین کرتی پسینے سے تر بتر ہو گئی ہے۔ چہرہ بھیگ کر مٹی سے لتھڑ گیا ہے اور تم نے اب اس کی یہ حالت کر دی ہے ۔۔۔!"

"جب میں اس کی عمر کا تھا تو کیا میں نے کھیتی باڑی کے کام کا سارا ذمہ نہیں لیا تھا کیا فصل کی کٹائی کے دنوں میں مجھ سے کام لینے کے لئے تمہیں مجھ کو رشوت دینا پڑتی تھی ۔۔۔!؟ بتاؤ ماں ۔۔۔ کیا میں نے کبھی تم سے ایک پیسہ بھی مانگا ہے۔ حالانکہ گھر کی ساری رونق میری محنت اور مشقت کی مرہون منت ہے ۔۔۔؟"

"لیکن میں نے اس بدبخت سے کپڑوں یا انگوٹھیوں کا وعدہ تو نہیں کیا تھا" ماہتاب نے نادم ہو کر کہا "میں تو کوئی معمولی سا کھلونا دینا چاہتی تھی اور اگر میں نے اسے کھلونے کا وعدہ بھی کیا تو صرف تمہارے غصے کے طوفان سے بچانے کے لئے۔ جو بے چارے پر ہر وقت منڈلاتا رہتا ہے ۔۔۔۔!" یہ کہتے کہتے ماہتاب نے گل ریز کے آنسو پونچھ لئے اور اسے زور سے گود میں سمیٹ لیا ۔۔۔۔۔۔ لیکن

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اسے اس بات کا بھی احساس تھا کہ نادر کی محرومیت کی ذمہ دار وہ اور صرف وہ ہے۔ وہ اس کی محرومیت ــــ اس کی تنہائی ـــــــ کا مداوا کرنا چاہتی تھی۔ وہ کل ہی سے نادر کے ساتھی ـــ نادر کی دلہن کی تلاش شروع کرے گی۔۔۔!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اور ایک شام

جب بادلوں کے کنارے لال ہو رہے تھے اور کھیتوں کے آر پار دھواں چھا رہا تھا۔ نادر کی شادی ہو گئی۔ اسے ٹٹو پر بٹھایا گیا۔ اس کے سر پر ایک صاف ستھری پگڑی باندھ دی گئی۔ اس کے لئے مقدم کے ہاں سے چار خانے والی نئی کمبل لائی گئی۔ اس کے آگے آگے بھانڈ چھوڑ دیئے گئے۔ سارا دن وہ گھوڑے پر رباتی صاحب اور دیگر آستانوں پر لے جایا گیا۔ بھانڈوں کے کرتب، تلوار بازی اور ڈول کے بے ہنگم آوازوں سے بال تل کی گم گشتہ دنیا چونک اٹھی۔

ان کے صحن میں بستی کی ساری عورتیں جمع ہو گئیں تھیں اور دو قطاروں میں بٹ کر کندھے سے کندھا لگائے رُوف گانے لگیں اور جب رات گئے ماہتاب کی نظروں کے سامنے ایک ڈولی رینگ گئی تو کہیں دور سے کسی مسکراہٹ کی پرچھائیاں اس کے ہونٹوں پر پڑنے لگیں۔ وہ بہو کو سہارا دے کر باہر لائی اس کی کانگڑی میں اسپند جیسی کوئی چیز جل رہی تھی اور فضا دھوئیں سے بھر گئی تھی۔ چھینٹ کا پیرہن پہنے ہوئے ایک ادھیڑ عمر پڑوسن آئی اور اخروٹ دلہن کی طرف اچھال دیئے۔ بچوں کی ایک یلغار دلہن پر لوٹ پڑی اور دلہن پہلی بار سامنے کھڑے جھونپڑے کو دیکھ رہی تھی۔ یہ ایک خستہ حال جھونپڑی نہیں تھی بلکہ اس کے خوابوں کا گھروندا تھا۔ الف لیلوی دنیا کا سحر انگیز شبستان ــــ!

کائنات اندھیارے میں سہم اور سمٹ کر دھیرے دھیرے ڈولتی جا رہی تھی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اور بہت دُور نالہ سندھ کی لہریں بڑے بڑے گول گول پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر شور مچا رہی تھیں۔ وہ سر جھکائے بیٹھی رہی اور جب بہت دیر کے بعد نادر نے اُسے گھونگھٹ اٹھانے کو کہا تو شرم آلودہ نگاہیں اٹھیں جسم لرز گیا پلکیں بھیگ گئیں۔ نادر نے دیکھا کہ لڑکی مضبوط ہے اس کے گال چوڑے چکلے ہیں اور یہ جی لگا کر کھیت میں کام کرے گی۔ چولہا چکی دیکھے گی اور میری مرضی کے خلاف کام نہیں کرے گی۔ لڑکی کی چھوٹی چھوٹی سی آنکھوں میں مایوسی سی تیر رہی تھی ۔۔۔! لیکن سالونے اور سپید تھے اور صابر چہرے پر چیچک کے داغ نہ تھے اس کی انگلیوں میں وہ انگوٹھیاں چمک رہی تھیں جو ماہتاب نے برسوں پہلے خرید رکھی تھیں۔ وہ شرم و حیا سے گلنار ہو رہی تھی اور نادر جی ہی جی میں باغ باغ ہو رہا تھا اُسے ایسا لگ رہا تھا جیسے الف لیلوی دنیا کی محرالیوں میں سے زندگی نکل کر اس کے سامنے آ گئی ہو ۔۔۔۔ زندگی جو ایک پہاڑی دریا کی طرح ہے، جو پتھروں پر سے گذرتا ہے، اور آبشار بن جاتا ہے اور پھر تھوڑی دور جا کر ندی میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور آخر کار جھیل میں گر جاتا ہے جس کے بعد کچھ پتہ نہیں چلتا نہ ابتدا کی اور نہ انتہا کی ۔۔۔۔ ہوائیں تیزی سے سنسنا رہی تھیں ۔۔۔ ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھ گیا اور دوسرے ہی لمحے نادر نے دلہن کو اپنے بازوؤں میں کس لیا!

اور وہ رات ماہتاب کے لئے قہر کی رات ثابت ہوئی۔

برسہا برس کے بعد اس نے اپنا کمرہ اپنا بستر اپنا سبھی کچھ اپنی بہو خورشی کے لئے وقف کیا تھا کیونکہ یہی زمانے کا دستور تھا وہ پمپوش اور گلریز کے ساتھ باہر صحن میں آکر سو گئی۔ جس بستر پر اس نے اپنی ازدواجی زندگی کے چند یادگار سال گذارے تھے آج وہ بھی اسے تیاگ دینا پڑا۔ لیکن دلاور لون کی یادوں کے فانوس آج کچھ زیادہ ہی تابناک ہو گئے تھے۔ چاند رات کے دامن پر چمک رہا تھا اور وہ اسے بے برگ و بار درختوں کی شاخوں پر گذرتے دیکھتی رہی ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ چاند نہیں بلکہ زندان میں قید کوئی حسین دوشیزہ ہو۔ ہوا کے سرد سرد جھونکے دبی دبی سرگوشیاں کر رہے تھے۔

دلاور ۔۔۔۔!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جس طرح تھا جو اس کی چوٹیوں پر جمی ہوئی برف کبھی نہیں پگھلتی اسی طرح تمہارے لئے میرا پیار ——— کبھی ختم نہیں ہوگا۔ میری دھندلی سی آنکھوں میں تمہاری محبت کے کنول تروتازہ ہیں اور ہمیشہ تروتازہ رہیں گے۔ تم نے جو گہرا گھاؤ مجھے دیا اس کے سوا میرے پاس تمہاری کوئی سوغات نہیں۔ کیا اس سے کبھی بڑھ کر کوئی تاریک لمحہ ہو سکتا ہے جب اپنی ہی پکار اپنے ہی کانوں سے ٹکرا کر رہ جائے؟ تمہاری یاد تو نیند کے گہرے سمندر میں کبھی پھولوں کی کشتی کی طرح ہچکولے کھاتی رہی ہے ——— کاش! تم میرے احساسات کی گہرائی ناپ سکتے۔ تم سالہا سال سے میری نگاہوں سے دور رہے لیکن میں تمہاری خیالی تصویر آج بھی اپنے ٹوٹے ہوئے دل سے لگائے ہوئے ہوں۔ میری آنکھوں میں تمہاری فردوسی محبت کا چراغ ابھی تک ٹمٹما رہا ہے۔ میں نے اپنی ساری جوانی تمہارے تصور میں کھو دی اور زندگی کی ان گنت بہاریں تمہارے خیال میں گنوا دیں اور شباب کی ہر مچلتی ہوئی آرزو تمہاری ایک نگاہ کے لئے لٹا دی۔ میں کھیتوں میں کام کرتی رہی ——— تمہارے سایے کے ساتھ۔ میں نے تمہاری ماں اور تمہارے بچوں کے لئے کیا کیا ظلم برداشت نہ کئے ——— بہاریں آتی رہیں اور گزرتی رہیں مگر تم کبھی نہیں آئے میں زندگی کے لق و دق صحرا میں اکیلی جا رہی ہوں۔ میرے پاؤں لہولہان ہیں ——— ! مجھے اب راہ سجھائی نہیں دیتی۔ میرا دامن تار تار ہو گیا ہے ——— ! میں کسی کو وہ آگ دکھا نہیں سکتی جس نے اندر ہی اندر مجھے جلا کر خاک کر دیا ہے۔

سچ ہے ——— انسان فنا ہو جاتے ہیں لیکن جذبات فنا نہیں ہوتے۔

وہ ہمیشہ زندہ و جاوید ہیں ——— !

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

رات کا پچھلا پہر بھی بیت چکا تھا۔ چاروں طرف پر فسوں سکوت طاری تھا چاند رات بھر کی طویل مسافت کے بعد مغربی افق کی سمت جھک چلا تھا ستارے نیند سے بوجھل پلکیں جھپکا رہے تھے۔

بڑی اداس رات تھی ـــــ ویران سی اجڑی اجڑی سی
مہپوش نے ٹھنڈی سانس بھری اور بھیگی بھیگی پلکیں پونچھنے لگی ـــ
"اے میرے پروردگار!" اس نے دل کی زبان سے خدا سے گلہ کیا۔ "کیوں بنایا تو نے مجھ بدنصیب کو؟ کیا کمی ہو جاتی تیرے اس بھرے پرے جہاں میں؟ اگر صرف میں پیدا نہ ہوتی؟ اگر مجھے پیدا ہی کیا تھا تو اس طرح میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہی اندھیرا کیوں رکھا؟ ـــــ کون سا گناہ کیا تھا میں نے؟ جس کی یہ پاداش بھگتنا پڑ رہی ہے!"

ایک بار پھر آنسوؤں کی طغیانی نے پلکوں کی دیواریں توڑ دیں وہ سسکیاں بھرنے لگی اچانک۔ ماہتاب جاگ اٹھی۔ مہپوش کی حالت دیکھ کر اس نے اسے گلے لگایا۔

"کیوں میری بیٹی کیا بات ہے؟ ـــــ کیا کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے تم نے"

"ماں! ایک اندھا وجود ایک رات کا نہیں بلکہ ساری زندگی کا بھیانک خواب ہے۔ ماں! گاؤں کی سبھی لڑکیاں کہتی ہیں کہ میری شادی نہیں ہو سکتی! بھلا کون بیاہ کرے گا ایک نابینا لڑکی سے؟ اب اور تو اور خود نادر کی بیوی خورشی بھی میری تذلیل و تضحیک کرتی ہے۔ ابھی کل ہی وہ اپنے شوہر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سے کہہ رہی تھی کہ اس اندھی کو کہاں ہم ساری زندگی اپنے سر پر بٹھائے رکھیں گے ۔۔۔؟"

ماہتاب کو بہو کے ان خیالات نے نہایت مغموم کر دیا۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ اس کی حیثیت اب اس گھر میں ان میاں بیوی کے تابع ہے اور وہ کسی نئی پیچیدگی کو جنم دینا نہیں چاہتی تھی اس نے یمبوش کو سینے سے لگایا اور کہتے لگی :-

" بھو نکنے دے انہیں ۔۔۔ تو کیوں دکھی ہوتی ہے ۔ مانا تو نابینا ہے لیکن چاند سا دولہا ہو گا تیرا ایسی دھوم سے بیاہ ہوگی اپنی بیٹی کو کہ سب یاد کریں گے ۔!"

ماہتاب برابر اس بات کی ٹوہ میں لگی رہی کہ یمبوش نے خورشی کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ صداقت پر مبنی تھا یا یمبوش کسی غلط فہمی کا شکار تھی ۔ لیکن بہت جلد اس پر حقیقت آشکار ہو گئی کہ یمبوش نے جو کچھ کہا تھا وہ سو فیصد سچ تھا۔ خورشی اگرچہ مغرور طبیعت کی نہیں تھی اور وہ الفاظ کی ادائیگی کے وقت حسن اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتی تھی۔ تاہم یمبوش کے ساتھ اس کے سبھاؤ میں سرد مہری کی جھلک صاف نظر آتی تھی۔ وہ اسے پیٹ بھر کھانے کو نہیں دیتی تھی۔ اس کی ہر بات میں کیڑے نکالتی اور بے چاری نابینا یمبوش صبر و تحمل سے سبھی کچھ برداشت کرتی ۔۔۔ ماہتاب کے لئے یہ ایک نیا انکشاف ۔۔۔ نیا المیہ تھا۔! وہ خورشی کو بعض اوقات جھڑک بھی دیتی کبھی جب دھلے ہوئے کپڑے پہنے بنی ٹھنی نادر کا انتظار کر رہی ہوتی تو ماہتاب کے چیتھڑوں کو دیکھ کر بہو پر بگڑتی ۔

" بہو ۔۔۔ کبھی اپنی اس بہن کو بھی دھلے ہوئے کپڑے پہنا دو ۔۔۔ اپنی طرح اس کے بال بھی بناؤ ۔۔۔ کیسی پتھر ہو تم ؟ ۔۔۔ " اور یمبوش جو اندر کسی کام میں مصروف ہوتی وہیں سے مسکراتے ہوئے آواز دیتی :-

" کوئی بات نہیں ماں ۔۔۔ ؟! اندھی کو بھلا ان چیزوں سے کیا لینا ہے ۔!"

لیکن اس روز جب ماہتاب جنگلی گھاس کی سبزی بنانے سے پہلے اس سے کیڑے الگ کر رہی تھی تو اچانک نادر اس کے سامنے آیا۔ سارے دن کا تھکا ہارا ۔ آفتاب پہاڑوں کی اوٹ میں چھپ رہا تھا ۔ طیور اپنے آشیانوں کے سمت پرواز کر رہے تھے ۔ دور ۔۔۔ جنگل میں صنوبر کے درخت سر جھکائے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

رات کا انتظار کر رہے تھے۔ گاؤں کا گڈریا ریوڑ لے کر واپس آرہا تھا۔ پگڈنڈی دھول میں لپٹی ہوئی تھی — ! نادر ماں کے سامنے بیٹھ گیا اور بڑی سنجیدگی سے بولا :-

" ماں بہت دنوں سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں تم سے — ایسا نہیں ہے کہ اب سمپوش مجھے بوجھ لگنے لگی ہے لیکن سوچو تو — سمپوش جوان ہے اور ساری زندگی اس کے سامنے پڑی ہے — ؟ کیا میں اب اپنی تمام زندگی اسے کھلاتا رہوں گا — ہمارے گاؤں میں تو اور کہیں ایسا نہیں ہوتا ہے — ہاں مقدم کے ہاں یا قصبے کے امیر گھرانوں میں ایسا ہو تو دوسری بات ہے۔ ماں — ہمیں جیسے تیسے اس کی شادی کر لینی چاہیئے — ! "

" ہاں — ! " ماہتاب نے بمشکل کہا اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے سمپوش کو زندگی کی سنگلاخ راہ پر تڑپنے کے لئے اکیلا چھوڑ دیا ہو۔ اور دور — شام کی سانولی سلونی رنگت پر دیکھتے ہی دیکھتے رات نے اپنا سیاہ آنچل ڈال دیا۔

ماہتاب اپنی بہو پر بگڑی ہوئی تھی اور اس کی چیخ و پکار سے سمپوش کا نرم و نازک دل جیسے اچھل کر اس کے حلق میں آگیا تھا۔ ماں کی یہ اناپ شناپ کڑوی کسیلی باتیں اس کے سکون پر بھنور کا شور بن جاتی وہ تھر تھرانے لگتی۔ جیسے شمع کی لو ٹھہر گئی ہو۔

" تم بھی ! ماں — بھری شام میں کیسے برے کلمے منہ سے نکال رہی ہو۔ ذرا سا دودھ گر گیا تو کیا ہوا — ! "

" ارے لو — اب تو بھی مجھے لتاڑ رہی ہے — ؟ " ماہتاب نے سمپوش سے کہا اور تیز آنکھوں سے بہو کو گھورتے ہوئے بولیں :-

" بے شرم ! بدزبان — ارے میں نہ آتی تو ہانڈی جل کر راکھ ہو جاتی پھر اپنا کلیجہ کاٹ کر نادر کو کھلاتی۔ نہ جانے کہاں مر جاتی ہے چڑیل اور منہ تکتی ہے — ! " اور یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

خورشی ساس سے تقریباً لپٹ سی گئی ـــــ "چپ رہئیے ماں ـــــ میری بات تمہیں بری لگی ہے تو مجھے معاف کردو ـــــ؟"

"دور ہو جا بد ذات! جوتیاں مار کر معافی مانگتی ہے۔ ہائے تو تو میری اس ناتوان اور بے زبان بیٹی کی جان لے کر ہی رہے گی"

نادر اسی وقت کھیتوں سے فارغ ہو کر اور مویشیوں کو چارا کھلا کر گھر میں داخل ہوا۔ خورشی اور اپنی ماں کو لڑتے دیکھ کر اسی طرف آ گیا۔

"کیوں ماں! ـــــ یہ سب کیا تماشہ ہے۔!

"مجھ سے کیا پوچھتا ہے۔ پوچھ اپنی اس بے شرم جورو سے ـــــ"

"ماں کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ ـــــ پیار کی بات کرنا تو جیسے تو بھول ہی گئی ہے۔!"

"اب میں ہی بری لگنے لگی ہوں ـــــ ہائے ـــــ گالی کوسنا اور مار پیٹ کیا نہیں کرتی یہ خورشی" اور یہ کہتے کہتے ماہتاب پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ گل ریز اس کے پاس آیا اس کے گلے میں اپنے بازو ڈالے اور روتی ہوئی ماں کو چپ کرایا۔

نادر ماں سے کہنا چاہتا کہ ماں تمہاری بہو تو بہت اچھی ہے تمہاری ہر بات سنتی ہے اور دم گھونٹ کر رہ جاتی ہے لیکن وہ بیوی اور ماں کے روز کے جھگڑوں سے دور بھاگنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بال تلی کی ساسوں کو بہوئیں ایک آنکھ نہیں بھاتیں چاہیں وہ فرشتہ صفت ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ بہوئیں ساسوں سے بلا وجہ جھگڑتی بھی ہیں اب کون دانستہ اس کھٹ کھٹ میں پڑ جائے۔

ادھر ماہتاب کو اس بات کا علم تھا کہ خورشی اچھی بہو ہے لیکن وہ جو بات بات پر پمپوش کا منہ چڑاتی نہ جانے ماہتاب اس سے گھبرائی گھبرائی سی کیوں رہتی۔ اسے ہمیشہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کا دل کوئی مٹھی میں لے کر دبا رہا ہے۔ آہستہ آہستہ........ اور اب اس نے شوہر کو پٹی پڑھانا شروع کی تھی اور نادر پمپوش کو بیاہنے کی بات کرنے لگا تھا........ یہی کرب تھا جس کی وجہ سے وہ خورشی کی ذرا سی بھول پر بھی برس پڑتیں اور پھر بھی اسے چین نہ آتا۔

وہ کئی دن تک بوسیدہ بستر ہے میں گھائل کبوتری کی طرح پڑی رہتی اس دوران خورشی اس کی خاطر میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھتی تھی۔ بے چاری پمپوش بھی اپنی دکھ زدہ ماں کا دکھ درد بانٹنا چاہتی تھی اور اس کی ضروریات کا خیال رکھتی تھی لیکن اس کی حرکات مقابلتاً سست تھیں اور وہ ماں کی ضروریات کا صحیح اندازہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ایسے لمحات

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میں خورشی اُسے ایک طرف دھکیل کر نہایت تلخی کے ساتھ کہتی :-

"بہن ـــ اگر تم ایک گوشے میں آرام سے بیٹھی رہو تو تمہارا سب سے بڑا کام یہی ہوگا۔"

یہ ایک تیر ہوتا جو ماہتاب کے سینے میں پیوست ہو جاتا ۔ لیکن نقاہت کی ماری وہ ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکال پاتی دوسرے ہی لمحے وہ آکر اس کا بستر ٹھیک کرتی ۔ ماہتاب کے دل کے کسی گوشے میں اس کے لئے نفرت کا جذبہ منڈلانے لگتا لیکن بہر کیف اسے ہر لمحہ پر خورشی کے تعاون کی ضرورت تھی !

موسم میں خنکی آتی گئی ۔ دور تھا جواس اور دوسری پہاڑی چوٹیوں پہ برف باری بھی ہوئی تھی پھر نیلا آسمان بے کیف اور تنگیوں تھا ۔!

گمشدہ سکون کی تلاش میں اب ماہتاب نے یکسوئی کے لئے رشتہ ڈھونڈنا شروع کیا شام کا وقت تھا ۔ آج کئی دنوں کے بعد ماہتاب آنگن میں بیٹھی تھی ۔ اسی وقت گلابی مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی ۔ بڑھتی ہوئی عمر نے اس کے جسم اور چہرے پر نمایاں اثرات ڈالے تھے ۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

"کہو ــــ گلابی! ــــ آج کیسے فرصت ملی تمہیں؟"

"تمہارے لئے ایک خوشخبری لائی ہوں ــــ!" وہ اپنی مخصوص سرگوشی کے لہجے میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی

"خوشخبری!"

"ہاں! ــــ تمہاری پمپوشی کے لئے رشتہ ڈھونڈا ہے میں نے۔ گنگہ بل کے علاقے میں ایک بڑے میاں پن چکی چلاتے ہیں۔ ان کے ہاں ــــ عمر تو تھوڑی زیادہ ہے، لیکن تم جانو نابینا لڑکی سے کون لڑکا بیاہ کرے گا۔ بڑے میاں اصل میں تیل وادی کے ہیں اور اب یہاں بس گئے ہیں ــــ تمہاری بیٹی مزے میں رہے گی اور سارا معاملہ برف باری کے سبب راستے بند ہونے سے قبل ہی مکمل ہو جائے گا ــــ!"

اندر سے خورشی کے کھانسنے کی آواز آئی۔ گلابی چپ ہوگئی اور خورشی سامنے آگئی۔

"سلام خالہ! بہت دن بعد آئی ہو۔ اچھی تو ہو نا ــــ کچھ دبلی پتلی سی نظر آرہی ہو کیا بات ہے؟"

"جیتی رہو بہو۔ اب اس سے زیادہ کیا موٹی ہوں گی۔ اب تو مرنے کے دن آگئے موٹا جنازہ ڈھونڈنے میں تم ہی لوگوں کو تکلیف ہوگی۔!"

خورشی نے ایک بے جان سا قہقہہ لگایا اور گلابی سے کہنے لگی "ماں بھی ادھر کئی دنوں سے ٹھیک نہیں رہتی۔ کام بہت رہتا ہے۔ دن بھر کھیت میں گزرتا ہے سارا بدن ٹوٹتا ہے اور گھر کا آنا بڑا دھندا تو الگ ہے۔ مویشیوں کی دیکھ بھال اور مرغیوں کی دیکھ ریکھ بھی مجھے ہی کرنی پڑتی ہے۔ یہ پمپوش ــ تم تو جانتی ہی ہو خالہ گھر کے کسی کام کی نہیں ہے!"

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

"ہر وقت کمپوش کا دکھڑا لئے بیٹھی رہتی ہے۔ تمہاری خالہ۔ اس کے لئے اب رشتہ لے آئی ہے۔!"

ماہتاب نے نسوار کی ڈبیہ گلابی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اتنی جلد بازی سے کام نہیں کرنا چاہیئے ماں۔ جب تک کوئی مناسب رشتہ نہیں ملتا ہم اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ ہماری بہن ہے تو آخر ___ کوئی غیر تھوڑی ہی ہے"

خورشی نے جیسے دہکتی ہوئی آگ پر تھوڑا سا تیل چھڑک دیا۔ ماہتاب نے گل ریز کو آواز دی اور اسے بوڑھے ابراہیم درزی کے پاس بھیج دیا۔

"میرا گل ریز بڑا نیک ہے گلابی ___ اری بہو گلابی خالہ کے لئے نمکین چائے کی ایک پیالی تو بنا لا۔"

خورشی اٹھ گئی اور اس کے جاتے ہی ماہتاب نے گلابی سے سرگوشی میں کہا

" ایک کم بخت بڑا بیٹا ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے اس جادوگرنی نے تو نادر کو مینڈھا بنا رکھا ہے ___!"

گلابی ناک پر انگلی رکھ کر اور بھوئیں چڑھا کر بولی ___ " لیکن ماہتاب! تمہاری بہو تو مجھے بڑی نیک اور سلیقہ مند نظر آتی ہے ___"

" اچھا چھوڑو اس چالباز کو۔ تم کمپوش کی بات پکی کرو۔ میں تیار ہوں۔ تین جوڑے کپڑے تو بناتے ہی ہوں گے اور پھر میرا جتنا زیور ہے وہ میں سب برسہا برس سے کمپوش کے لئے رکھتی آرہی ہوں ___ " اور پھر کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتے کے بعد گلابی چلی گئی۔

اور کمپوش ___ اس کی زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہ ہوا۔ اس روز شام کو ماں نے جب تنہائی میں ساری بات اسے بتا دی تو کمپوش دیر تک چپ رہی اور پھر اپنے ہاتھ سے اپنی ماں کا چہرہ محسوس کر کے نہایت حسرت سے کہنے لگی۔

" ماں یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن اتنی دور تم مجھے دیکھنے کیسے آسکو گی تم تو جانتی ہی ہو کہ میں اندھی لاچار ہوں اور تمہارے پاس آ نہیں سکتی۔ میں ان انجان

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

وادیوں اور بے کراں ویرانوں میں کہیں کھو نہ جاؤں ماں! ”

دونوں ماں بیٹی رات گئے تک روتی رہیں، اور تب ماہتاب نے ایک نئے عزم کے ساتھ اپنی بیٹی کو یقین دلاتے ہوئے کہا:۔

“ میں تمہارے پاس ضرور آؤں گی بیٹی ـــــ ہر حالت میں آؤں گی ـــ! ”

“ ماں! مجھے ڈر لگتا ہے۔ مجھے بھول نہ جانا ماں۔ مجھے ایک بار دیکھنے ضرور آنا ماں ـــــ صرف ایک بار ”

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

٥٩ بہت بوڑھا تھا ــــ !

اس کی پن چکی کی چھت کا پرانا سیاہ پھوس ہوا میں اُڑ اُڑ کر اِدھر اُدھر بکھر رہا تھا۔ یہاں نہ تو سندھ نالے کی سفید جھاگ کا ریلا تھا اور نہ غراتا گرجتا پانی تیزی سے بہتا تھا۔ بس ایک چھوٹی سی ندی تھی جس کا پانی زمین سے اونچی کھمبوں پر بنی ہوئی ایک نالی میں جھلملاتا ہوا بہتا تھا، اور ایک پرانے اور بوسیدہ پہیئے کو آہستہ آہستہ گھماتا تھا۔ اس کی ہلکی گونج خوابیدہ ماحول میں سوئی سوئی سی جھنکار پیدا کرتی رہتی۔

شمشاد اور بید کے گھنے جنگل کے درمیان اس چکی سے بہت کم لوگ آٹا پسوانے آتے تھے۔ بڈھا رمیا کچھ خمیدہ ہو چلا تھا۔ اس کی داڑھی سفید تھی جو یا تو سفید آٹے کی کارگزاری تھی یا پھر بڑھاپے کا اثر۔ چیچک کے داغوں نے اس کی شکل اور بھی مسخ کی تھی۔ چکی کے پاٹوں کی گھڑ گھڑاہٹ اس کی زندگی کا لازمی حصہ بن گئی تھی۔ مشکل سے دکھائی دینے والی آٹے کی ایک لکیر دھیمی دھیمی گرتی رہتی۔ یہ لکیر گرتے گرتے اس طرح رک جاتی جیسے کچھ سوچنے لگی ہو ــــ سفید آٹا خوابیدہ انداز میں ہلکا ہلکا بیٹھنے لگتا ــــ! چکی کو جانے والے راستے میں درختوں کے ٹھنٹھ جڑیں اور گرے ہوئے درخت اور ٹوٹی ہوئی شاخوں کے ڈھیر آتے تھے۔

پن چکی میں کوئی کام عجلت کا نہ ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے جنم جنم سے یہ پانی خود بخود بہہ رہا تھا۔ کائی جمے پہیئے اپنے آپ گھومتے رہتے۔ لیکن جنگل میں نوجوان صحت مند آوازیں قہقہے اور مذاق گزری ہوئی یادیں تھیں۔ ہمپوش جب گھر سے باہر ہوتی تو رمیا آٹا لے جانے والے کسی کسان سے سرگوشی میں کہتا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

"ہاں زمانے نے اب مجھ سے سب کچھ چھین لیا ہے۔ میری جوانی کا زمانہ کیسا پُرلطف تھا۔ قلیل میں میری بیوی تھی، بچے تھے لیکن سبھی وبائی بیماری کی بھینٹ چڑھ گئے میرے باپ کے پاس ایک منہ زور گھوڑا تھا۔ میں اس پر خوشگوار موسم میں ادھر کی طرف گھومنے آتا۔ اس جنگل کے اس طرف گنگہ بل کی جھیل ہے وہاں میں مچھلیوں کا شکار کرتا"
اور اگر وہ کسی نوجوان سے مخاطب ہوتا جو دور کے سفر کی وجہ سے رات بھر پن چکی میں ہی ٹھہرنا چاہتا تو وہ اسے یوں سمجھاتا:-

"برخوردار! تمہیں گھر واپس جانا چاہیئے۔ گھر پر نیند اچھی آئے گی۔ میرے پاس تو تمہارے لیٹنے کے لئے سوکھی گھاس بھی نہیں ہے اور تو اور تمہارے گھوڑے کو کھڑا کرنے کے لئے میرے پاس چھپر بھی نہیں ہے۔۔۔"

وہ رات کو اچانک جاگ اٹھتا۔ باہر پانی گنگنا رہا ہوتا اور درخت خاموش ہوتے پمپوش سوئی ہوئی ہوتی اسے سوتے دیکھ کر رمبا کو اطمینان ہو جاتا۔ اسے ہر وقت اس کے چپکے سے بھاگنے کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ وہ چکی پر آنے والے کسان کو خوف اور شبہ سے دیکھنے لگتا!

دن ہفتے، مہینے اور سال گذرتے گئے۔ اس گم گشتہ دنیا میں وقت گذرنے کا احساس صرف اس طرح ہو سکتا تھا کہ جو درخت ہری بھری پتیوں سے شاداب ہوتے اب وہ سوکھے سہمے اور سیاہ تھے۔ پمپوش کی ساری دنیا اب سمٹ کر اس پن چکی میں سما گئی تھی اس نے جنگل اور مرغزاروں کے علاوہ اس کی گذری ہوئی زندگی سب کی سیاہی کو ڈھک لیا تھا۔

جب صبح اس کی آنکھ کھلتی اور جنگل سے ہزاروں چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں آتیں تو اس کے دن کا آغاز ہوتا تھا وہ ٹوٹل ٹوٹل کر گھر کا کام کاج کرتی مرغیوں کو چارا پانی دیتی اور چکی میں اناج ڈالتی۔ سارے دن کی مصروفیات کے بعد جب وہ سونے لگتی تو وہی پانی اور پہیئے کی جھنکار سنائی دیتی۔ بوڑھا رمبا اس کی جوانی کی امنگوں کو تسکین دینے کا حوصلہ بھلا کہاں سے لاتا؟ اس کے ضمیر کی طرح اس کا جسم بھی مدت ہوئے سو چکا تھا۔ لیکن پمپوش کے پرسکون اور غیر مشکوک اور مطمئین

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

چہرے سے وہ نت نئے وسوسوں میں مبتلا ہو جاتا۔ وہ سوچتا کہیں اندھی نے گل گام کے سکندر راتھر سے تو یارانہ نہیں گانٹھا۔ وہ کم بخت ہر پندرھواڑے کچی لیسوا سے چلا آتا ہے اس روز کیسی اس سے کس طرح ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ بے لگام اور بے سلیقہ اندھی!

پمپوش اب یہ بھی بھول گئی تھی کہ کتنی مرتبہ چکی اور جنگل نے سفید برف کا لبادہ پہنا۔ وہ اب اپنی ڈھلتی ہوئی جوانی کی تڑپ ــــ سوز اور اضطراب سے بے نیاز تھی۔ ہرموکھ کی سدا بہار برفیلی چوٹیوں کے پیچھے غروب ہوتے آفتاب کی کرنیں چکی کی چھت کے کناروں کو چھو رہی تھیں۔ اس نے مٹی کا گھڑا پانی میں ڈبو دیا اور خود بھی کسی خیال میں ڈوب گئی ــــ ایک عورت کی زندگی کا سب سے عظیم مقصد تخلیق ہوتا ہے۔ ایک بچہ ــــ جو اپنی کوکھ سے پیدا ہو اور زندگی کی لو کو جلائے رکھے لیکن وہ آج تک اس دولت سے محروم تھی۔ رمبا کو تو بڑھاپے میں ایک ساتھی ایک مددگار کی ضرورت تھی جو اسے پمپوش کی شکل میں مل گئی تھی۔ اسے اپنی بیوی کے جوان احساسات سے کیا لینا دینا تھا۔ اس کی زندگی کچھ زیادہ ہی مہیب اور لرزہ خیز تاریکیوں میں گھر گئی تھی رمبا اب بیمار رہنے لگا تھا مگر بیچاری اندھی بیوی کو طعنے دینے اور اسے بات بات پر پیٹنے کے لئے اس کے پاس نہ جانے کہاں سے قوت آ جاتی۔ اسے غالباً اپنی زندگی کی لو ٹمٹماتی ہوئی نظر آ رہی تھی جسے وہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

لیکن اس میں پمپوش کا کیا قصور تھا۔؟

رفتہ رفتہ روز بروز اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا گیا۔ وہ ماں کو یاد کر کے گھنٹوں روتی رہی لیکن بال تل تک کی مسافت سے ہی اس کا کلیجہ دہل جاتا۔ وہ آنے جانے والوں پر کبھی کبھار اپنے دل کے داغ ظاہر کرتی۔ آج گل گام کے سکندر راتھر کے سامنے وہ اپنا دکھڑا رو رہی تھی

"اس بوڑھے کھوسٹ پہ لعنت ہو۔ میں چاہیئے اس کے ساتھ سو سال تک سوؤں۔ کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ کسی بچے کی کلکاریاں نہیں سنوں گی میں۔ کل پیٹ پیٹ کر لہولہان کر دیا۔ کاش میری بینائی ہوتی تو میں اپنی ماں کے پاس

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بھاگ جاتی۔ کاش مجھے موت ہی آجائے۔ مجھے اس بوڑھے کی یہ چکی نہیں چاہیئے ---!"
اور یہ کہتے کہتے وہ چیختی چلاتی برتن توڑ دیتی اور بغیر ڈھکنے کے لکڑی کے بدصورت صندوقچہ میں رکھے چیتھڑوں کو ادھر ادھر بکھیر دیتی۔

"صبر سے کام لو بہن ---" سکندر اسے دلاسہ دینے لگا۔

"کیا تو پاگل ہو گئی ہے --- یا اپنے یار کو دکھڑا سنا رہی ہے ---!" رمبا نے پیشانی پر بل ڈال کر لڑکھڑاتی آواز میں کہا۔ سکندر اپنی پوٹلی سنبھال کر گھوڑے پر چڑھا اور جنگل کی طرف جانے والی پگڈنڈی پر غائب ہو گیا۔ لیکن رمبا کے الفاظ کی کڑواہٹ سے وہ سچ مچ پاگل سی ہونے لگی۔ وہ اس دن کو کوسنے لگی جس دن اس کا بیاہ ہوا تھا پھر وہ اپنی ماں کو برا بھلا کہنے لگی خالہ کو جس نے یہ رشتہ ٹھہرایا تھا اور اس پیر کو جس نے نکاح پڑھا تھا۔

رمبا اُسے پیٹ کر گالیاں بھاڑتا ہوا باہر آ گیا ---! وہ دیر تک روتی رہی۔ اس کے ایک ایک آنسو میں انتقام اور بے بسی کی داستانیں مضمر تھیں ---

اور --- چولہا جلانے کی گھڑی آئی تو وہ پانی لینے کے لئے باہر آئی اور اب --- دور --- ہرمکھ کی برف پوش چوٹیاں شفق کے رخسار کی طرح گلنار تھیں ---! یمبوش کو ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ گہری اور گھناونی تاریکیاں اس کی زندگی پر اس طرح مسلط ہیں جس طرح کفن اوڑھی ہوئی لاش پر قبر کی بیکراں تاریکیاں مسلط ہوئی ہیں اور --- یہ سوچتے سوچتے اس کی بے نور آنکھوں میں آنسوؤں کی جھیلیں منجمد ہو گئیں۔۔!!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

●

زندگی رینگتی رہی ـــــ!

بالاتل اور قریب و جوار کے گھنے جنگلوں میں رہنے والوں کے چہروں سے وہی بیزار کر دینے والا روکھاپن ٹپکتا رہتا ـــــ! یہ خاموشی کبھی کبھی اس قدر گہری ہو جاتی جیسے کسی بہت بڑے طوفان کی پیش خیمہ ہو۔ ماہتاب جاتی ہوئی گرمیوں کے آخری ایام میں آنگن میں بیٹھی دھوپ سے اپنے اعضاء کو حرارت پہنچا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پشیمانی کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ اُسے بیتے ہوئے برسوں نے کچھ زیادہ ہی نحیف بنا کے رکھ دیا تھا۔ اس کا جسم سوکھ کر زرد پڑ گیا تھا۔ لیکن برسوں سے اس نے کھیتوں کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔ فصل کی کٹائی کے ایام میں وہ کبھی کبھار چلی جاتی لیکن ادھر پچھلے سال سے تو اس نے اس جانب کا رخ بھی نہ کیا تھا۔ کیونکہ نادر ڈرتا تھا کہ کہیں بستی والے اس سے یہ نہ کہیں کہ تم جیسے جوان مرد بیٹے کے ہوتے ماں کا کام کرنا اچھا لگتا ہے ـــ!

سورج کافی بلند ہو گیا تھا اور آسمان کی وسعتوں سے کہیں ماہتاب کو دھڑام کی آواز سنائی دی یہ اڑتے ہوئے ہوائی جہازوں کا شور تھا وہ اس شور کو پہچانتی تھی کیونکہ پچھلے کئی ماہ سے وہ یہ آواز گاہے گاہے سنتی رہی تھی لیکن آج اس شور کی شدت کچھ زیادہ تھی۔ اس نے نظریں اوپر اٹھائیں تو اس کو سورج کی کرنیں چمکتی نظر آئیں اس کی کمزور نگاہ چند لمحوں کے لئے چندھیا گئیں اُسے جب کچھ بھی نظر نہیں آیا تو اس نے سوچا کہ یہ جنگلی بطخیں ہیں جو ہر سال موسم چلے آتے ہیں وہ دیر تک منہ اوپر اٹھائے حیرت اور خوف سے خلاء کی وسعتوں کو گھورتی رہی ـــــ اری خورشی ـــــ ذرا سنو ـــ یہ سب کیا ہے؟

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

لیکن خوشی کے پاس ان خرافات کیلئے وقت کہاں تھا وہ تو چولہا چکی میں پھنسی ہوئی تھی ماہتاب اس کے بیٹے سے مطمئن بھی تھی ہاں ایک ہی فکر کھائے رہتی۔ بہو کی گود ابھی تک نہیں بھری تھی۔ اتنے سال ہو گئے لیکن کم بخت نے ایک بھی بچہ نادر کو نہیں دیا۔ کم از کم وہ ننھا وجود ہی اس کی زندگی کے سونے پن کو بھر دیتا۔ نادر سارا دن کھیتوں میں مصروف رہتا پھنپشن ایک ویران دنیا کے ایک بھیانک بڈھے کی جھولی میں ڈال دی گئی۔ اور گل ریز ــــ وہ اب مہینوں قصبے میں رہتا اکثر شہر بھی ہو آتا اور جب کبھی ماں کی یاد آتی تو دو ایک دنوں کے لئے بال تل آجاتا ـــــ!

لیکن وہ آج بھی اپنے ملنے والوں پر گل ریز کی خوبیاں بیان کرتے نہیں تھکتی تھی اس کی صاف رنگت اس کے تیکھے نقش اس کے خوبصورت بال اس کا پھرتیلا پن اس کی ذہانت اور سب سے بڑھکر اس کی سحر انگیز مسکراہٹ ـــــ! وہ اپنے باپ کی طرح نہایت مستعد تھا۔ اس کی غیر موجودگی کو ماہتاب بری طرح محسوس کرتی، اور جب مہینوں کے بعد وہ بال تل آجاتا تو ماہتاب کو ایسا لگتا جیسے صحرا میں پھول کھل اٹھے ہوں۔ افق کی وادیوں سے نکہتوں کے کاروان آگئے ہوں اور دور کسی خوابوں کے حسین جزیرے میں چاند آسمان سے زمین پر اتر آیا ہو ـــــ! اکثر وہ انقلاب استحصال اور آزادی کی عجیب عجیب باتیں کیا کرتا جن کا ایک لفظ بھی ماہتاب کے پلے نہ پڑتا۔ اب وہ اپنے بڑے بھائی سے تو رت ندوہ رہنے والا سیدھا سادہ سا لڑکا نہیں رہا تھا بلکہ شجاعت عزم اور استقلال کا پیکر بن گیا تھا۔ اس کی جیب میں چاندی کے روپے کبھی ہوتے جن کی مسحور کن جھنکار سے بال تل کے لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے اور وہ نہایت جوش سے کہنے لگتا:۔

"بھائیو! ہم کشمیر کے مظلوم کسان ـــــ محنت کش ـــــ صدیوں کی غلامی ـــــ استحصال ـــــ لوٹ کھسوٹ اور ظلم و تشدد سے تباہ و بے حال ہیں۔ ہم اپنے ہل کی نوک سے زمین کی چھاتی کریدتے ہیں۔ اپنے تھکے پاؤں سے اسے ہموار کرتے ہیں ـــــ سنوارتے سجاتے ہیں ـــــ امنگ سے جھوم کر بیج بوتے ہیں ـــــ پودے اگتے ہیں ـــــ سورج تپتا ہے ـــــ لہلہاتے کھیت سنہرے ہو جاتے ہیں امید اور خوشی میں مستغرق کسان فصل کاٹنے لگ جاتے ہیں۔ زمین ہماری محنت سے مسرور ہو کر سونا اگل دیتی ہے اور ہم رنگین خوابوں میں ڈوب جاتے ہیں ـــــ بیوی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

گے لئے نیا پیرہن سیئے گا ـــــ بچوں کے لئے نئی ٹوپیاں آئیں گی ـــــ لذیذ پکوان بنائیں گے ہر طرف انبساط اور خوشیوں کا عالم ہوگا لیکن ـــــ لیکن ہمارے یہ خواب جاگیردار زمیندار اور ان کے حواریوں کے بھینٹ چڑھتے ہیں۔ یہ خواب ادھورے رہ جاتے ہیں ـــــ صیاد ہماری محنت کے پھل کو ایک ایک کر کے نوچ لیتے ہیں۔ ہم ایک بار پھر ننگے اور بھوکے رہتے ہیں ـــــ ہمارے دلوں میں پھر تاریکی چھا جاتی ہے۔ ایک بار پھر وہی بلکتی ـــــ سسکتی ـــــ بے رونق ـــــ بے خواب اور ویران زندگی ہمیں اپنی پناہ میں لیتی ہے ـــــ! ہم جاگیرداری شاہی کے سامنے سربسجود ہو جاتے ہیں۔ ہمیں مغلوں ـــــ پٹھانوں ـــــ اور سکھ مہاراجوں نے سالہا سال تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھا۔ فرنگیوں نے آسمان کو چھونے والے ہمارے پہاڑ خوبصورت گھاٹیاں شاداب مرغزار گھنے جنگل، تڑپتے سیماب صفت پانی والے ان گنت چشمے ـــــ آبشار ـــــ کالوں اور دبے کچلے لاکھوں انسانوں کو صرف ۷۵ لاکھ روپے میں بیچ دیا۔ یہ انسانی تاریخ کا سب سے ارزاں سودا تھا۔! ڈوگرہ مہاراجوں نے اپنے ظلم و ستم کے آگے چنگیز خان اور نادر شاہ کا بھی سر نیچا کیا۔ انہوں نے اپنے حواریوں میں جاگیریں تقسیم کیں وڈ دار چکلدار اور سود خوار پیدا کئے۔ کشمیر کا بے بس انسان عزت جہالت اور بھوک سے اپنے صیاد کے پنجوں میں پر نوچے پنچھی کی طرح تڑپتا رہا۔ اور اگر کبھی دکھ اور درد سے تلملا کر اس کے سینے میں ایک آہ ـــــ ایک کراہ اٹھی تو آمریت کی سنگینوں نے اس آہ کو گلے کے اندر ہی جبراً گھونٹ دیا ـــــ!

لیکن میرے بھائیو! ـــــ عوام کے برداشت کا پیالہ لبریز ہو گیا ہے ـــــ انقلاب کا پرچم بلند ہو چکا ہے۔ کشمیر جاگ اٹھا ہے۔ وہ اب بدحواس نہیں پریشان نہیں اُس کے کندھوں پر نولے لنگڑے اور سیاسی بصیرت سے کورے رہنماؤں کی لاشیں نہیں۔ منافقوں اور ملت فروشوں کی شخصیتوں کے بھوت سوار نہیں ـــــ! اس گھٹا ٹوپ اندھیرے سے ایک نئی آواز ابھر آئی ہے۔ جو ڈگمگاتے اور تھکتے اور لڑکھڑاتے ہوئے کشمیری کے لئے صور اسرافیل ثابت ہو رہی ہے۔ ایک ڈیلا پتلا دھان پان بلند قامت رہنما منزل کا راستہ دکھا رہا ہے۔ وہ اپنے لاغر ہاتھوں سے قوم کے سفینے کے پھٹے ہوئے بادبانوں کی مرمت کرتا ہے ـــــ اس کی گرجتی آواز سننے والوں کی رگوں میں بجلی کی لہر بن کر دوڑ جاتی ہے ـــــ! وہ کانٹوں کو روندتا ہوا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اور مخالفت کی چٹانوں کو پاؤں کی ٹھوکر سے ہٹاتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔۔!
شخصی راج کا تخت ڈانوا ڈول ہونے لگا ہے۔ ان کے چہروں پہ ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ بدحواسی چھائی ہے ــــ نوکر شاہی بوکھلا اٹھی ہے ــــ بہت سے رہنما گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ لوگوں پر لاٹھیاں اور گولیاں برسائی جا رہی ہیں لیکن شخصی راج کی لاٹھیاں سنگینیں بندوقیں اور توپیں عوام کی تحریک کو دبا نہیں سکتی ــــ عوام کی بیداری کا سیلاب بڑھتا جا رہا ہے ــــ بڑھتا ہی جا رہا ہے ــــ!"

ماہتاب ٹکٹکی لگائے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتی رہتی اس کی باتیں اس کی سمجھ میں تو نہیں آتیں لیکن نہ جانے کیوں اس کا سر فخر سے اونچا ہونے لگتا۔ اور پھر وہ اکتا کر گاؤں والوں کو وہاں سے بھگاتی اور بیٹے کے ساتھ دل کھول کر باتیں کرتی اور پھر ــــ گل ریز ہمیشہ کی طرح چاندی کے کئی روپے اس کی ہتھیلی میں رکھ دیتا اور ماں کے کان میں آہستہ سے کہتا:

"رکھ لو ماں ــــ تمہارے کام آئیں گے"

ماں سکوں کو اپنے پھٹے پرانے پھرن کی جیب میں رکھے لسواری رنگ کے کپڑے میں رکھتی اور بیٹے کو گلے لگا کر اس کا ماتھا چومتی اس کی بلائیں لیتی۔ نادر ماں کی ان ضروریات کو کبھی اہمیت نہیں دیتا وہ گھر کا مالک تھا اور جو بھی چند سکے گھر میں ہوتے وہ انہیں اپنی تحویل میں رکھ دیتا۔ ماہتاب اس بات سے بخوبی واقف تھی کہ اگر وہ نادر اور خورشی سے کبھی اپنی کسی ذاتی ضرورت کے لئے دو ایک سکے مانگ بھی لیتی تو میاں بیوی ایک دوسرے کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھتے جیسے پوچھ رہے ہوں کیا ہم ماں کی ضرورت پورا نہیں کرتے ــــ اس لئے گلریز کی دی ہوئی اس چاندی کو وہ دل و جان سے عزیز رکھتی۔ بیٹے کی شفقت سے اس کی آنکھیں بھر آتیں اور رات گئے اٹھ کر وہ اس چاندی کو زمین کھود کر اپنی مخصوص جگہ پر محفوظ کر لیتی ــــ

پھر دوسرے روز گل ریز ماں اور گھر والوں سے اجازت لے کر اپنی نامعلوم منزل کی طرف چلا جاتا۔ ماہتاب پھر اکیلی رہ جاتی وہ بیٹھے بیٹھے اکتا جاتی تو ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بڑبڑاتی ــــ بہو ــــ نہ جانے تم کب مجھے ایک پوتا دوگی گھر میں دو ایک بچے تو ہونے ہی چاہیں۔ میں اس طرح کے سونے پن کی عادی نہیں ہوں۔ خدا نہ کرے اگر تمہاری گود نہیں بھرتی تو نادر کو تو دوسری شادی کرنا پڑیگی"

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

خورشی کا بھی سب سے بڑا المیہ تھا۔ اس کی شادی کو پانچ سال ہونے لگے تھے لیکن بچے کی تمنا تمنا ہی رہی تھی وہ علاقے کے تمام آستانوں اور متبرک مقامات پر ٹوٹا ہوا دل لے کر گئی منت سماجت کی لیکن اس کے بنجر جسم میں نئی تخلیق کی کوئی نئی رمق نہیں دوڑی اسے روز روز خاوند اور ساس کے طعنے سننے پڑتے ۔ !

" بہو ! ـــــ ہماری بستی میں تو ایسا دیکھا نہ سنا ۔ یہاں جوں ہی شادی ہوتی ہے تو مقررہ مدت کے بعد بہو بچہ جنتی ہے لیکن ایک تم ہی ہو جو آج تک بھی بچے سے محروم کرتی رہی ۔ نہ جانے کونسی بیماری تمہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے ـــــ ! " اور پھر گلابی آجاتی تو ماہتاب اس سے بھی بہو کا دکھڑا لے بیٹھتی ۔ گلابی ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جاتی اور اپنی معنی خیز مسکراتی آنکھوں سے وہ اپنی مخصوص سرگوشی میں کہتی ۔

" ماہتاب ! ہر عورت تمہاری طرح جوانی اور جوش سے بھری ہوئی نہیں ہوتی اور تم یہ بھی جانتی ہو کہ اتنا زیادہ جوش اکثر ایک عورت کے لئے فائدہ مند بھی نہیں ہوتا ـــــ "

اور تب ـــــ ماہتاب کے سامنے اس کے گناہوں کی داستان کے اوراق بکھر جاتے ۔ اس کی ایک بھول اور لغزش کی سیاہ گھٹائیں اس کے سامنے چھا جاتیں، خدشوں کی زد پر ڈگمگاتے ہوئے امیدوں کے آشیانے ڈولنے لگتے اور پھر وہ جوش اور جوانی پر مزید بات نہیں کرتی ۔ اگرچہ گلابی نے گزشتہ برسوں کے دوران ان خوشگوار ایام کی یاد کبھی نہیں دلائی تاہم وہ ماہ دین پر اس اسرار کے نقاب اٹھا چکی تھی لیکن ماہتاب کو کبھی اس کا علم نہیں ہو سکا ۔ اگر بیہوشی کی دورافتادگی اور خورشی کے بانجھ پن کا غم اسے نہ ستاتا تو غالباً وہ اپنے اس عظیم المیئے کو فراموش کر چکی ہوتی ـــــ لیکن اسے اب یہ بات یقینی لگتی تھی کہ اس کے گناہ کا خمیازہ آج اس کی بیٹی اور اس کی بہو کو اٹھانا پڑ رہا ہے ـــــ !

گل ریز کے جاتے ہی نادر حیران سا رہ جاتا اور بڑبڑاتا رہتا " نہ جانے یہ گل ریز یہ چاندی کے سکے کہاں سے لاتا ہے ؟ اس کے ملبوسات بھی ٹھاٹ نہیں ہوتے ہیں ہمارے یہاں تو مقدم کو بھی ایسا لباس پہننا نصیب نہیں ہوتا ۔ کہیں وہ چوروں یا ایسے کسی گروہ میں تو شامل نہیں ہوا ۔ ؟ اور پھر ـــــ اس کی باتیں ـــــ ساری بستی اس کی طلسمی باتوں کے سحر میں کھوئی نظر آتی ہے ـــــ ! "

" کتنے نیچ ہو تم نادر ـــــ تمہیں تو فخر کرنا چاہیئے کہ تمہارا بھائی اس قابل ہے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بیچارے نے شہر میں اپنے روزگار کا ذریعہ تلاش کیا ہے اور یہاں تمہاری زمین کا حصہ دار بن کر نہیں رہا ــــ!" ماہتاب غصے سے کہتی۔

"تپتے ہوئے سورج کے نیچے صبح سے شام تک کھیت میں کام کرنا اس کے بس کا روگ نہیں ماں ــــ!"

نادر ماہتاب کی بات کی تردید کرتے ہوئے باہر چلا جاتا۔

شام کے سائے وادی پر لمحہ بہ لمحہ بڑھتے جا رہے تھے۔ وحشت زدہ ہواؤں کے جھونکوں سے درختوں کی شاخیں بار بار ہل رہی تھیں بالکل میں حد نظر تک کھنڈروں جیسی ویرانی اور قبرستانوں جیسی بے ثباتی چھائی ہوئی تھی۔ ماہتاب کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور ہوائیں سسکیاں بھرتی ہوئی اس کے پاس سے گذر رہی تھیں۔ زندگی کی تصویر کے سارے نقوش پھیکے پھیکے اور بے رنگ نظر آ رہے تھے ــــ!

ایک طرف جہاں پوتا کھلانے کی آرزو نے بے چین کر دیا تھا تو دوسری طرف پمپوش کو دیکھنے کی خواہش نے ــــ وہ سربہ فلک سدا بہار برفیلی چوٹیوں کے اس پار دیکھتی جہاں برسوں پہلے اس نے پمپوش کو اس بدہیت بوڑھے کے ساتھ وداع کیا تھا وہ خواب اور بے داری کے عالم میں خاموش پڑی رہتی ــــ کبھی گہری نیند کی سی کیفیت طاری ہوتی اور کبھی ایسا لگتا کہ اب زندگی بھر نیند آئے گی ہی نہیں کبھی سارا جسم پسینے میں تر بتر ہو جاتا کبھی سردی سے کپکپانے لگتی۔ کبھی دل اتنے زور سے دھڑکتا کہ اس کی دھک دھک خود اپنے کانوں پر بار گذرتی اور کبھی نبض اتنی آہستہ ہو جاتی کہ لگتا آخری وقت آ گیا ہے ــــ لیکن ماہتاب، آخری وقت آنے سے قبل اپنی مظلوم بیٹی کو دیکھنا چاہتی تھی۔ برسوں سے اس کی جدائی کی بھٹی میں تپتی رہی ہے اب اور سہن نہیں ہوتا۔ اور نادر کے آتے ہی اس نے دھماکہ کر دیا:۔

"میں پمپوش کے پاس جاؤں گی نادر ــــ ان دنوں موسم بھی غنیمت ہے اگر کل موسم ٹھیک رہا تو میں کل ہی یہاں سے نکلوں گی ــــ!"

"مگر ــــ مگر میں ــــ میں تمہارے ہمراہ نہیں جا سکتا ماں ــــ! ایسا کرتے ہیں کہ فصل کی کٹائی کے بعد اطمینان سے فارغ ہو کر جائیں گے ــــ!" نادر نے ٹالتے ہوئے کہا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

"نہیں ــــ میں جاؤں گی ــــ اور کل ہی جاؤں گی ــــ ! میں مام دین کے خیمہ پر جاؤں گی اور اگر گل ریز آج یا کل تک شہر سے آگیا تو اُسے ساتھ لے جاؤں گی"
اس کے سینے میں یمپوش کے لئے محبت کا طوفان اٹھا ہوا تھا۔ ایک بار ــــ صرف ایکبار یمپوش سے لپٹ جلنے کی تمنا اُسے بے قرار کر رہی تھی۔ مگر اب ــــ اب غالباً بچھڑوں سے ملنے کا وقت قریب آرہا تھا۔ خدا جانے کب تک وہ یونہی بیٹھی رہی آنسو کے ہار پروتی رہی کہ نادر کی آواز نے اسے بیدار کر دیا:۔
"اچھا چلی جانا ماں ــــ اب کب تک اس طرح روتی رہو گی ــــ نہ کھایا نہ پیا ــــ اب اتنی رات ہو گئی ــــ جب دیکھو ــــ رویا کرتی ہو ــــ!" ماہتاب نے اپنے آنسو پونچھ لئے۔
تمنا کی کشتی مصلحت کے بھنور میں پھنس گئی تھی!

جب وہ اٹھی تو صبح کی دھوپ دروازے سے اندر آرہی تھی ــــ
وہ آدھی سو رہی تھی۔ آدھی جاگ رہی تھی۔ خورشی نے چولہا سلگایا تھا اسے خوب اچھی طرح روشن کیا تھا۔ لکڑی کے بوسیدہ کنستر میں سے مکئی کا آٹا نکال کر وہ اسے گوندھ رہی تھی۔ چولہے پر توا گرم ہو رہا تھا۔ ماہتاب کو یہ سب ایک خوشگوار خواب کی طرح نظر آرہا تھا۔ کمرے میں آگ کی میٹھی گرمی اور مکئی کی روٹی کی خوشبو پھیل گئی تھی خورشی باہر چلی گئی۔ ماہتاب آہستہ آہستہ اٹھ کر باہر آئی تو اُسے خورشی آتی نظر آئی اس کے ہاتھ میں جنگلی سبزی کے ہرے ہرے پتے تھے جن سے ایک مست کر دینے والی مہک آرہی تھی۔ بستی کا چرواہا ریوڑ لے کر جنگل کی طرف جانے والی پگڈنڈی پر چلا جا رہا تھا۔
وہ باہر آئی اور بہت دنوں بعد کھلے دشال آسمان کے نیچے منہ دھونے لگی۔ نالہ سندھ چنگھاڑتا ہوا بہا چلا جا رہا تھا۔ سنہری ریت اور چٹانیں دور تک نظر آرہی تھیں اس کے بعد سبزہ زار کا ایک وسیع قلعہ جس کے اوپر خزاں رسیدہ پتوں کی شطرنج بچھی ہوئی تھی یہ خزاں نصیب زرد زرد سرخ سرخ پتے یخ بستہ نسیم کی تاب نہ لاکر چیختے ہوئے اڑتے اور صنوبر کے جنگل کی گہرائیوں میں کہیں کھو جاتے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جہاں آزاد پرندوں کا سنگیت اب تک جاری تھا۔

اس کے شگفتہ مزاج نے ناؔدر اور خورشی کو تحریک دی۔ انہوں نے اسے پمپوشؔ کے پاس کل جانے کے لئے آمادہ کر لیا کیونکہ انہیں آج یا کل تک گل ریزؔ کے آمد کی توقع تھی ادھر بستی میں بھی روز سے ہیجان خیز خبریں گشت کرنے لگیں تھیں ان خبروں نے ڈل تل کے سادہ لوح باسیوں میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا کی تھی۔ سدا بہار برفیلی چوٹیوں کے اس پار شہر میں انقلاب ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گیا تھا۔

کشمیر کروٹ لے رہا ہے — !

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

●

دوسرے دن وہ خچر کی پیٹھ پر بیٹھی ہمپوش کے پاس جا رہی تھی۔ گل ریز کل رات گئے بال تل پہنچا تھا اور اب وہی خچر کی رسی پکڑے ہوئے آگے آگے چلا جا رہا تھا۔ سندھ کے کنارے کنارے پتلی سی پگڈنڈی آگے صنوبر کے جنگل سے مس کرتی جنگل کے اوپر پہاڑیوں سے گھِرا ہوا گول گول چٹانوں سے گھِرا ہوا اور کہیں کہیں گہری کھائیوں میں برف کے تودوں کو اپنے سینے سے لگائے ایک سر بفلک پہاڑ کھڑا تھا۔!

ماں بیٹا شمال مشرق کی جانب کبھی اونچے پہاڑوں ___ کبھی گہری کھائیوں ___ کبھی صنوبر اور شمشاد کے گھنے جنگلوں اور کبھی برف سے لپٹی ہوئی وادیوں میں گذرتے رہے گھنٹوں کے مسلسل سفر کے بعد وہ ایک شاداب چراگاہ میں پہنچ گئے۔ حدِ نظر تک سبزہ زار کی بہتات پھیلتی چلی گئی تھی یہ جگہ مویشی چرانے کے لئے نہایت فائدہ مند تھی وہ لوگ راستے میں ابھی تک ایسی کئی سرسبز و شاداب چراگاہیں چھوڑ آئے تھے لیکن خچر کی بے ڈھنگی چال نے ماہتاب کو تھکا دیا تھا اور خود گل ریز بھی چند لمحوں کے لئے ستانا چاہتا تھا۔ اس نے ماں کو خچر سے اترنے میں مدد کی۔ خچر سبزے پر منہ مارنے لگا اور ماہتاب ایک طویل القامت درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر نیچے دیکھنے لگی۔ جہاں گھنے جنگل کے طویل سلسلے کے بعد دور ___ بہت دور نالہ سندھ ایک سانپ کی طرح پھنکارتا ہوا گذر رہا تھا۔ آسمان کی نیلی وسعتوں کے نیچے اس رشکِ ارم ___ جنت بداماں ___ دنیا کی پیٹھ میں اس زہریلے سانپ کی پھنکار سے گل ریز تڑپ آیا۔ ماہتاب اسے پوچھ رہی تھی:۔

"مام دین کا بیٹا کئی دن پہلے مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اس نے قصبے میں تمہارے پاس کتابیں اور اخبارات دیکھے ___ تم نے بیٹے! مجھ سے اس بارے میں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کبھی نہیں کہا ـــــ کیا تم لکھنا پڑھنا جانتے ہو؟ جیسے ہمارے مولبی صاحب جانتے ہیں لیکن میں نے تمہیں کبھی ایک لفظ بھی پڑھتے نہیں دیکھا ـــــ!!"

گل ریز نے مسکراتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا اور کہا " ماں! یونہی ـــ تھوڑا سا لکھ پڑھ لیتا ہوں اور جب ماں نے زیادہ کریدا تو اُس نے بتایا ـــــ " ماں مجھ سے نا ہی پوچھو تو بہتر ہے۔ وہ دن بہت قریب آرہا ہے جب تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائیگا۔ ابھی تو ساری فضا بارود کے دھوئیں سے آلودہ ہے اور جب یہ آلودگی ختم ہو گی جب دشمنوں کو کیفرِ کردار تک پہونچایا جائے گا جب آزادی اور مساوات کا نیا سورج طلوع ہو گا تو وہ عظیم دن ہو گا ـــــ شہر میں جس جگہ میں کام کرتا ہوں وہاں ہم سب دوست مل کر وہ گیت گاتے رہیں ـــــ تم بھی سنو ماں!

اور ماں غور سے سننے لگی اس کے بیٹے کی آواز میں جو ایک نئی خصوصیت پیدا ہو گئی تھی وہ اس پر دل ہی دل میں حیران ہونے لگی ـــــ وہ مدہوش کر دینے والی تانیں ـــــ وہ نغمہ ـــــ لطیف ـــــ حسین ـــــ عمیق

اے میرے دوست!
تیرے ویرانے اب ویرانے نہیں رہیں گے
ان میں اب لعل و جواہر نکلیں گے
تیرے برف سے ڈھکے ہوئے اداس پہاڑ
سونا اگلیں گے
دلر کی گہرائیوں سے انمول موتی نکلیں گے
تارسر مارسر
توسہ میدان
اور ـــــ کنگ وٹن کا حلیہ بدل جائے گا۔
اے میرے دوست! آ ـــــ
حیوانیت اور بربریت کے خلاف
ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ جا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

یہ نئی جوانی — نئے کشمیر کے نئے خواب — ماہتاب کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ بھلا یہ کیسی کوئی بات ہوئی۔ غلہ دار — جاگیردار — چکلہ دار اور ڈوڈدار ہی تو ہمارے مائی باپ ہیں۔ ٹھیک ہے کہ اپنا خون پسینہ ایک کر کے جو پیداوار ہم حاصل کرتے ہیں وہ اسے لوٹ کر عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں لیکن وہ تو ہمارے مالک ہیں وہ اگر چاہیں تو ہمیں بے کاری اور فاقہ کشی کی اندھیر وادیوں میں نہیں! — نہ جانے میرے بیٹے کو کیا ہو گیا ہے؟ وہ گل ریز کو ٹکٹکی نظروں سے دیکھنے لگی۔ کہیں میں نے اسے گھریلو ذمہ داریوں سے دور کر کے بڑی غلطی کا ارتکاب تو نہیں کیا۔ اب مجھے اس کی شادی کر لینی چاہیئے۔ بیوی بچوں کی دنیا میں اس خرافات کو خود ہی بھول جائے گا۔ ایک خوبصورت اور سلیقہ مند بہو کے تصور سے ہی ماہتاب کے دل میں ایک بے نام مسرت کی لہر اٹھی اور وہ بے اختیار کہہ اٹھی:

"گل ریز! مجھے لگتا ہے۔ اب مجھے تمہاری شادی کر لینی چاہیئے"

لیکن گل ریز ماں کی اس تجویز پر شرمانے یا مسکرانے کے بجائے نہایت عزم سے کہنے لگا۔ "مجھے علم تھا ماں! — ایک نہ ایک دن تم یہ سوال مجھ سے کرو گی۔ کیونکہ ہر ماں کے دل میں آرزوؤں کے یہی محل بنتے بگڑتے رہتے ہیں۔ میرے اکثر ساتھیوں کو اس موڑ سے گذرنا پڑا ہے۔ لیکن کان کھول کر سن لو ماں! میں شادی نہیں کروں گا ماں — اور اگر تم زیادہ اصرار کرو گی تو — تم میرا منہ کبھی نہیں دیکھ سکو گی" اور یہ کہتے کہتے اس نے ماہتاب کو تازہ دم خچر پہ بٹھا دیا اور رسی تھام کر آگے آگے چلتا رہا۔ اس کے غصے کی وجہ سے ماہتاب آگے کچھ کہنے کی جرأت نہیں کر سکی۔

دونوں خار دار جھاڑیوں میں سے گذرتے۔ ننگی سنگلاخ چٹانوں سے ہوتے ہوئے سخت اور منجمد برف کی سطح کو پار کرتے ہوئے نیچے گذرنے والے راستے پر نگاہ رکھتے آگے بڑھتے گئے۔ نشیب کا راستہ لمبا ہوتا گیا اور ان کا پہاڑی راستہ بتدریج چھوٹا اور تنگ ہوتا گیا۔ گھنٹوں کے بعد اب جو وہ نشیب کی طرف روانہ ہوئے تو صنوبر اور شمشاد کے لمبے لمبے درختوں کا گھنا جنگل شروع ہو گیا یہ جنگل اتنا گھنا تھا کہ دن کو بھی رات کا سا سماں دکھائی دیتا۔ درختوں پر جنگلی بیلیں دور دور تک ایک درخت سے ہو کر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دوسرے درخت کو لپیٹ میں لیتی ہوئیں نظر آرہی تھیں ۔۔ ! سفر خاموشی سے جاری تھا۔ صرف بھیڑ بکریاں چرانے والے خانہ بدوش بکروالوں کے پاس انہوں نے کپڑے میں لپٹی ہوئی مکئی کی روٹی اور پودینے کی چٹنی کھائی تھی۔

بکروالوں کے گندے کپڑے دیکھ کر گل ریز کو افسوس تو ہوا لیکن یہاں کی ہوا کتنی شگفتہ تھی جنگلی گھاس کی سحر انگیز خوشبو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں شہر کی آلودگی اور گھٹن تو نہ تھی نا ہی غلاظت کے انبار۔ یہ لوگ کھلے نیلے آسمان کے نیچے جنگل کی گود میں رہتے ہیں۔ بکروالوں کے خیموں کو پیچھے چھوڑ کر اور خطرناک اترائی کے بعد وہ شام کے دھندلکے پھیلنے کے ساتھ ہی اس سرسبز دیہات میں پہنچے جو نالہ سندھ کے قریب آباد ہے۔ یہاں قلب میں گول گول پتھروں اور چٹانوں سے بنی ہوئی سرائے نظر آرہی تھی۔ سرائے کا دروازہ ابھی تک کھلا تھا۔ چراغ کی روشنی میں انہیں دور سے ایک آدمی کا سایہ بھی نظر آیا اور گھوڑوں کی سموں سے جو لید پرانی بوسیدہ سرائے کے احاطے میں پھیل گئی تھی۔ گل ریز نے اس کی تیز بدبو کو بھی محسوس کیا گندے احاطے کے اس طرف ایک الاؤ جل رہا تھا۔ الاؤ کے دوسرے طرف ایک بڑے چولہے میں لکڑیاں جل رہی تھیں اور چولہے پر کسی جنگلی ساگ کی بہت لذیذ کڑھی تھی گندے احاطے میں ان گنت دیہاتی اور پہاڑی لوگ بستروں کے سہارے بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ کچھ گپ شپ لڑا رہے تھے اور کچھ درمیان میں پڑا ہوا حقہ گڑگڑا رہے تھے۔ ماں بیٹے کو بھی ایک گوشہ مل گیا اور چنار کے نیچے لیٹ کر ان کے جسموں کے روئیں روئیں سے تھکن کا احساس غائب ہوتا گیا۔ نالہ سندھ بہتا رہا ۔۔ کانوں میں دریا کی روانی ۔۔ آنکھوں میں پھولوں کی جوانی اور دل میں فطرت کی ترجمانی ......

دوسرے دن صبح سویرے ہی ان کے سفر کا پھر آغاز ہوا۔ گھاٹی پر سورج کی شعاعیں آگ برسا رہی تھیں مگر ٹھنڈی ہوا کے جھونکے خزاں کے آمد آمد کی نوید دے رہے تھے۔ خزاں کے لمس سے پھول پتوں کا رنگ اڑنے لگا تھا وہ لوگ برابر چلتے رہے راستے میں سینکڑوں برس قبل کا ایک پرانا مندر کھڑا تھا۔ اس کی تعمیر کا لگ بھگ سبھی حصہ ڈھ گیا تھا لیکن ایک معمولی حصہ جو بچا تھا وہ اب بھی خاصی محفوظ حالت میں تھا۔ مقامی لوگ اسے پانڈوں کے زمانے کی یادگار تصور کرتے تھے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

وہ دونوں پتھروں کو روندتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ ہر پتھر کا اپنا ایک جدا رنگ تھا۔ ہر پتھر ایک نئے انداز سے پڑا ملتا۔ پتھروں کے رنگ سرمئی بادامی اور بھورے تھے۔ وہ ڈھلانوں پر پھیلی ہوئی خشک اور چرچراتی ہوئی گھاس پر بڑھتے رہے اس گھاس کی بھی اپنی جدا جدا خوشبو تھی۔ اب وہ سوکھے ہوئے چشموں کی وادی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اب دور دور تک کوئی آبادی نظر نہیں آرہی تھی۔ سنسان راستے، ویران جنگل۔ کہیں کہیں درختوں کے نیچے پہاڑی گڈریئے بھیڑوں کو چراتے نظر آتے گل ریز نے ایک بوٹی کی پتی کو تیکھی سمجھ کر کچا ہی چبانا چاہا کہ دور سے آتے گڈریئے نے اسے ٹوکا۔ "نانا۔ اس پتے کو چھونا بھی نہیں۔ اس سے تو نشہ ہو جاتا ہے۔ ہماری بھیڑ بکریاں اس بوٹی کو منہ نہیں لگاتی مگر کوئی میمنہ یا بھیڑ اگر بھولے سے پتیاں چبا ڈالتی ہے تو ایک دم نشے میں آجاتی ہے۔!"

گل ریز نے ہاتھ پیچھے ہٹایا اور گڈریئے کے خلوص اور سادگی پر مسکرایا۔ ماہتاب جواب پکپوش سے ملنے کو بےتاب ہو رہی تھی گڈریئے سے بولی۔ "کیوں بڑے میاں۔ یہ رسیا چکی والا کہاں ملے گا۔!"

"اس ڈھوک کے بعد ہی آپ کو اس کی چکی مل جائے گی۔ چلئے تھوڑی دور میں آپ کے ہمراہ چلوں گا" گڈریئے نے مہمان نوازی سے کہا۔ گل ریز نے اسے چھیڑتے ہوئے پوچھا۔ "کیوں بڑے میاں تمہارے جسم سے بھیڑ بکریوں کی بو کیوں نہیں آتی"

"ارے کیا پوچھتا ہے بیٹا۔ دراصل ادھر پانی کی کمی ہے اور بھیڑ گندگی تو ہمارا لہو ہے اور یہ بدبو ہماری مہک۔ نہ جانے آوارہ گردی کی یہ زندگی ہماری قسمت میں لکھی ہے۔ بیٹا! اچھا یہ کم بخت بکریاں ادھر بھاگی جا رہی ہیں۔!" یہ کہتے ہوئے وہ بکریوں کے پیچھے بھاگا۔! دھوپ کم ہو رہی تھی اور لطیف بادلوں کے ٹکڑے درختوں پر اتر آئے تھے اور اپنی دھندلی انگلیاں پھیلا کر جنگل کو ٹٹول رہے تھے

سہ پہر کو انہیں ایک چھوٹی سی گہری وادی نظر آئی۔ اس کے چاروں طرف اونچے اونچے نوکیلی چٹانوں والے برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ اور صنوبروں کے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

شاداب درختوں کے سلسلے تھے۔ کہیں پر برف بھی نظر آرہی تھی وادی کے قدموں میں پہاڑی چٹانیں بالکل ننگی تھیں۔ ماہتاب تجسس کی بھاگ ڈھیلے رکھے خاموشی سے دیکھتی رہی۔ دور ایک پن چکی نظر آرہی تھی۔ دھیرے دھیرے وہ چکی کو جانے والی کچی پگڈنڈی پر بڑھتے رہے۔

یکایک آفتاب مغرب میں غروب ہوگیا اور ماہتاب کا دل کسی نامعلوم خوف کی وجہ سے لرزنے لگا۔!

رہنما چکی کے دروازے پر کسی عفریت کے سایے کی طرح انہیں ٹکٹکی لگائے دیکھتا رہا اور پھر اپنے پوپلے منہ سے غیر واضح آواز میں بتانے لگا ——

"تم لوگ ٹھیک وقت پر آئے ہو —— ہمپوش ابھی آج ہی مر گئی ہے"

"مر گئی ہے!" ماہتاب بس اتنا ہی کہہ سکی اس کے دل کی حرکت جیسے بند ہوگئی اس کی سانس جیسے رک گئی اور اس کی زبان گنگ ہوگئی لیکن وہ ایک بگولے کی طرح چکی کے اندر آگئی اور وہاں —— بوسیدہ چادروں میں ہمپوش کا مرجھایا ہوا افسردہ وجود لیٹا پڑا تھا۔ وہ آج بھی وہی لباس پہنی ہوئی تھی جو برسوں پہلے ماہتاب نے اسے شادی کے روز پہنایا تھا اور یہ اب تار تار ہوگیا تھا۔ ماہتاب اپنی لاڈلی کے ایک ایک انگ کو دیکھتی رہی جنہیں موت کی زردی نے لپیٹ لیا تھا —— اس کے ہونٹوں پر وہی مخصوص مسکراہٹ تھی۔

"ہمپوش!" ماہتاب کی چیخ وادی میں گونج اٹھی۔ وہ دہاڑیں مار مار کر رونے لگی —— جانے کہاں سے ہزاروں برسوں کے رکے ہوئے آنسو اس کے دل و دماغ پر آبر سے تھے وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی —— بڑی دیر تک روتی رہی —— آنسو رکتے ہی نہیں تھے۔ گل ریز بھیگی بھیگی پلکیں لئے سہمی سہمی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ اس کی زردشت بہن پر اتنا ظلم ہوا۔ اس وحشی اور غیر مہذب درندے نے اس نامراد ستم رسیدہ نابینا لڑکی کو موت کی وادیوں میں پہنچا دیا۔ وہ ہمپوش کی زخمی لاش کے قریب بیٹھا اسے لگا جیسے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

موت کے جبڑوں میں جانے سے پہلے ابدی اور لافانی نیند سونے سے پہلے وہ اپنی ماں اپنے بھائیوں کے مانوس قدموں کی چاپ سننے کو ہر دم منتظر رہی تھی۔ اُف ـــــ کتنی کٹھن تپسیا کی تھی اس نے ـــــ !

اور ماہتاب اسے ـــ بار بار ـــ ہمپوش کے ان آخری الفاظ کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی تھی ـــ ماں ـــ مجھے ڈر لگتا ہے ـــــ مجھے بھول نہ جانا ماں ـــ میں منت کرتی ہوں ایک بار مجھے ضرور دیکھنے آنا ـــ صرف ایکبار ـــ صرف ایک بار ماں ـــ !

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

وقت کا کارواں چلتا رہتا ہے

انہیں بالی تل آئے ہوئے کئی دن گذر گئے تھے۔ لمحے گذرتے رہے دور افق پر آوارہ بادلوں کے منتشر ٹکڑے منڈلاتے رہے اور گل ریز اپنی بہن کے اذیت ناک انجام پر غور کرتا رہا ــــ پھر احساس نے اپنا زاویہ بدل دیا۔ حد نظر تک بستی کے جھونپڑوں کی قطاریں تھیں، اس کے ذہن میں اپنے ان پھٹے حال پڑوسیوں کے روکھے چہرے ابھرنے لگے ــــ یہ روتے بسورتے کردار جو تاریک جھونپڑوں سے ابھرتی ہوئی وحشت بیکراں میں اذیت ناک ہولی پر جیتے ہوئے جی رہے ہیں۔ کیچڑ میں لت پت ننگ دھڑنگ بے ہنگم بچے دن بھر گاؤں کی گلیوں میں شور مچاتے تھے۔ گندی نالیوں اور غلاظت کے انباروں پر کھیلنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

ماہتاب کے غصے اور نفرت کا دھارا اب خورشی کیطرف مڑ گیا تھا۔ وہ ساس کے قدموں میں بیٹھی رہتی اس کے کسا بے کے آنچل سے اس کا منہ پونچھ لیتی اور اپنی سخت کھردری انگلیوں سے ماہتاب کے سفید الجھے بالوں کو سلجھانے کی کوشش کرتی لیکن ماہتاب ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اس پر برس پڑتی :۔

"چڑیل ــــ مجھے ہاتھ نہ لگا ــــ میرے پیروں کے ساتھ لگ کر آنسو نہ بہاؤ ــــ جاؤ ــــ چلی جاؤ ــــ تمہارے لمس سے جانے کیوں غم اور غصے کی لہریں میرے اندر دوڑ رہی ہیں۔ خود تم نے ہی یہ سب کیا۔ خود ہی یہ سب ہوتے دیا اور اب آنسو لے بہاتی ہے ــــ! مکار عورت ــــ!"

نادر نے ماں کو سمجھانا چاہا ــــ اس بے چاری پر کیوں برستی ہو ــ خود تم نے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جلد بازی سے کام لیا اس وقت ـــــ تم سارے کام جلد بازی سے کرنے کی عادی ہو اور الزام دوسروں کے سر دھرتی ہو ـــــ !"

گل ریز نے موضوع بدلتے ہوئے کہا "اگر اس نظام میں غریبوں کو بھی اپنے تحفظ کا حق حاصل ہوتا تب ہم بھی اپنی بہن کے لئے انصاف کے دروازے کھٹکھٹاتے۔ لیکن ہم لوگ غریب ہیں اور یہاں غریبوں کو انصاف کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔"

"لیکن کیا دنیا بھر کی دولت اور انصاف مجھے میری بیٹی واپس دلا سکتا ہے ۔۔!"

ماہتاب کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھیلیں منجمد ہو گئیں ۔ ! لیکن وقت سب سے بڑا مرہم ہے آہستہ آہستہ غم کے اس طوفان کی شدت کم ہوتی گئی ۔ اب گھر والے یا بستی کے لوگ اس کی موجودگی میں ہمپوش کی بات چھیڑنے سے احتراز کرتے اور پھر بستی سے باہر تھا جو اس کے اس پار کی خبروں نے بھی اس طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹا دی تھی ۔ !

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بال تل کی ساری دنیا کہر اور بادلوں میں چھپ گئی۔ صبح سے رات تک بوندا باندی ہوتی رہی۔ برہنہ گیلے بے برگ و ثمر درخت قابل رحم طور پر سر جھکائے کھڑے رہتے۔ سارا گاؤں کچھ عجیب ننگا ننگا سا دکھائی دیتا اور ہر طرف تنگدستی اور افلاس کا دور دورہ ہوتا اور پھر ایک روز صبح جب گاؤں والے جاگے تو برف کے موٹے موٹے گالے گرتے نظر آئے۔

برف — برف — برف

حد نظر تک برف ہی برف نظر آتی تھی نالہ سندھ کا پانی برف کی شفاف چادر تلے سو گیا۔ ننھا جو اس سر سے پاؤں تک برف کا دبیز لبادہ اوڑھے گم سم کھڑا اونگھنے لگتا۔ بال تل کی پوری کائنات ایک گہری نیند میں ڈوبی نظر آتی — ! گل ریز مہینوں سے شہر میں تھا اور شدت کے جاڑے کے ان طویل ایام میں وہ آ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن جانے سے قبل ماہتاب نے بعض تبدیلیاں سی محسوس کی تھیں۔ وہ خاموش خاموش۔ بجھا بجھا سا رہنے لگا تھا وہ نہ قومی گیت ہی گاتا اور نہ کھانے پر پہلے کی طرح ہاتھ مارتا۔ ماہتاب بار بار سوچتی نہ جانے شہر میں کیسا ہوگا میرا لال ؟ — !

گل ریز شہر جانے سے قبل ایک بوسیدہ صندوق ماں کو سونپ گیا تھا —

"ماں اس میں میرے کپڑے ہیں انہیں سنبھال کر رکھنا۔ میں واپس آجاؤں گا ماں — تمہاری طرح ایک اور ماں بھی مجھے پکار رہی ہے — مجھے اب جانا چاہیئے — !"

"تم رک کیوں نہیں جاتے ؟ اس بڑھاپے میں تمہارے بغیر رہنا میرے لئے ہمت

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دشوار ہے۔ آخر تمہیں شہر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ تم یہاں بھی رہ سکتے ہو یا وہاں کسی کٹے ہوئے بالوں والی تتلی سے دل لگالیا ہے۔؟ آج کل کے لڑکے تو اپنی بوڑھی ماں کو کچھ بتاتے نہیں۔ جب ہاتھ پاؤں توڑ کر چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہو جاتے ہو تب کہیں تمہاری صورت دیکھنے کو ملتی ہے "

ماہتاب نے اس کا مختصر سا سامان ایک صاف سے تھیلے میں رکھتے ہوئے کہا۔

جاتے جاتے جب ماں نے اسے گلے لگایا تو دونوں ماں بیٹے کی آنکھیں اشک بار تھیں اور اسی رات آسمان کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ یخ بستہ ہواوں کے جھکڑ صنوبر کے جنگلوں میں چنگھاڑنے لگے اور سیاہ بادلوں نے وادی کو گھیر لیا۔

ماہتاب گل ریز کی جدائی میں اداس اور ویران سی رہنے لگی۔ ایک رات جب آسمان کی لامحدود وسعتوں سے برف پارے ــــ تسنیم و کوثر میں دھلے ہوئے گول گول نرم نرم پاکیزہ گالے ـــ بال تل کی بستی پر آ آکر چھائے جا رہے تھے تو ماہتاب اپنے پیوند لگے بستر سے نکل آئی۔ اس کے سفید بال پیشانی پہ جھک آئے تھے۔ آنکھوں کے گرد نم ناک حلقے بن گئے تھے۔ اس نے پوٹلی سے انڈے نکالے۔ اس نے پورے ایک درجن انڈے اپنے گل ریز کے لئے بچائے تھے اور جب وہ آئے گا تو وہ انہیں آنکھ بچا کر گرم پانی میں ڈالنے کے بعد اسے کھلائے گی۔ پہلے پہل جب وہ شہر سے آتا تھا تو وہ اس کے لئے چوزہ تیار کرتی لیکن اب گھر میں بیٹے اور بہو کا ڈر لگا ہے اور اسے چھپ چھپا کر گل ریز کی آمد کے لئے اہتمام کرنا پڑتا ہے۔

دوسرے روز برفیلی دوپہر میں وہ کھڑکی کے نزدیک گاؤں کو آنے والی پگڈنڈی کو گھورتی رہی۔ کیا پتہ وہ آہی جائے۔ ہلکے ہلکے گالے اب بھی گر رہے تھے۔ سردی کے باعث اس کا ضعیف چہرہ برف کا ترشا ہوا معلوم ہوتا۔

وہ کہر کے غاروں سے اس طرف دیکھنے کی نامعلوم کوشش کرتی۔ کہر آلود ٹھٹھرا ہوا ماحول روتا ہوا محسوس ہوتا۔ وہ خیالوں میں گل ریز کو دروازے پر دستک دیتا محسوس کرتی ـــ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

لو ــــ وہ آ گیا ــــ اس کے حسن مردانہ اور وجاہت کے پیکر چہرے پر تازہ برف کے گالے ہیں۔ ٹھنڈک سلگ رہی ہے۔ اس کی گہری آنکھوں میں بھی جیسے برف کا الاؤ دہک رہا ہے ــــ! برف کے گال ــــ برف کے تراشے ہوئے اعضاء ــــ! لیکن نہیں ــــ یہ محض سراب تھا ــــ اسے ہر شئے برف میں سسکتی ہوئی سنائی دی اسے برف میں سے شعلے لپکتے دکھائی دیتے ــــ! آہ! نہ جانے کہاں ہے میرا بیٹا ــــ؟ نہ جانے کس حال میں ہوگا میرا لال ــــ؟

برف آہستہ آہستہ گر رہی تھی۔ رات کے اس ویران لمحے میں دیوار پر کل کے پبلک جلسے کا پوسٹر لگاتے ہوئے نہ جانے کیوں گل ریز کو ماں کا خیال آیا۔ پوسٹر پر "ڈوگرہ راج کو نیست و نابود کردو" کے الفاظ جلی حروف میں لکھے تھے اور اس میں ڈوگرہ راج کی صد سالہ برسی کو کشمیر کے صد سالہ جشن غلامی کا نام دیا گیا تھا ــــ! پل پر برف چمک رہی تھی ــــ چاروں طرف سناٹا تھا۔ دور شہر کی روشنیاں بجھ چکی تھیں۔ اس شدت کی برف باری میں آج رات وہ بھاگم بھاگ کرتا رہا تھا۔ اب اس کی ایک ایک رگ اور ایک ایک عضو دکھ رہا تھا۔ پھر اس کے کانوں نے دھیمے دھیمے قدموں کی چاپ سنی برف سے ڈھکی ہوئی کچی سڑک پر قدموں کی چاپ میں ایک عجیب آہنگ تھی۔ یہ گشت کرنے والا پولیس کا حوالدار تھا۔

"اے کون ہے تو ــــ؟"

"مسافر ہوں سرکار! بہت دور سے آرہا ہوں دو دن سے بھوکا ہوں مسجد کی طرف جا رہا ہوں شاید رات کے لئے جگہ مل جائے!" اور یہ کہتے کہتے گل ریز سلام کر کے آگے بڑھ گیا ــــ! پوسٹر پر حوالدار کی نظر نہیں گئی تھی۔ خوف اور سردی سے اس نے جھرجھری لی وہ بھاگتا رہا حد نظر تک اندھیرے ہی اندھیرے تھے لیکن کہیں کہیں برف کی سفیدی بھی دمک رہی تھی۔ گل ریز سوچنے لگا "کیا یہ اندھیرے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اور روشنی کہیں مل سکیں گے؟"

اس نے محسوس کیا کہ اب وہ واپس بال تل نہیں جا سکتا - جیسے ایک دنیا کا رشتہ اس سے کٹ گیا ہو - لیکن ایک بڑی ـــــ وشال دنیا کے ساتھ بھی تو اس کا رشتہ جڑ گیا ہے ـــــ! اُسے تو اب اپنے ساتھیوں کے شانوں سے شانے ملا کر اس نئی صبح کا خواب شرمندہ تعبیر کرنا ہے بڑی محنت سے ـــــ بڑی مشقت سے ـــــ ہاتھوں کے پسینے سے ـــــ آنکھوں کے آنسوؤں سے اور دل کے یقین سے! کچھ بھی ہو وہ اب بال تل واپس نہیں جا سکتا - اب اُسے اپنا وطن تلاش کرنا ہے - ایک وشال وطن!

دوسرے روز شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خوف و ہراس کی بے شمار چھوٹی چھوٹی لہریں اٹھیں اور پھیلتی رہیں - گلیوں کی نکڑ پر ـــــ دکانوں پر مسجدوں اور عام گذرگاہوں پر ان لہروں نے چھوٹے چھوٹے گرداب بنائے ـــــ ڈوگرہ شاہی کے خلاف لوگوں کی حقارت کا جذبہ جوالا مکھی کی طرح پھوٹ رہا تھا ـــــ امیرا کدل کے علاقے میں فوجی پہرے کے باوجود چہل پہل بڑھ گئی تھی اور انسانی سروں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنے محبوب رہنما کے ارشادات سننے کو بیقرار تھا سب کے دل دھڑک رہے تھے مگر نظریں بار بار اسی کو تلاش کر رہی تھیں - اکثر نوجوان لوگ "آزادی یا موت" کے بیج لگائے ہوئے تھے - اچانک ایک طرف سے فلک شگاف نعرے گونج اٹھے اور ایک آواز ـــــ ایک دھاڑ ـــــ کو سننے کے لئے لوگ ہمہ تن گوش تھے -

دوستو! غلامی ایک لعنت ہے اور محکومیت کے خلاف جہاد انسانیت کی سب سے بڑی فتح ہے - آج ہم میں سرفروشی کی جو تمنا پیدا ہوئی ہے اس سے سامراجی آقاؤں کے مکروہ عزائم کے شیش محل عوام کی بے پناہ طاقت کی ایک ہی ٹھوکر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سے چکنا چور ہوں گے ــــ دوستو! آزادی سوغات کے طور پر تحفے میں نہیں دی جاتی ہے بلکہ اسے چھینا جاتا ہے۔ ہمارے شہیدوں نے اس کی تابناک مشعل فروزاں کی ہے۔ یاد رکھو! ہم ہندوستان کی خاک سے پیدا ہوئے ہیں اور ہمیں اسی خاک میں ملنا ہے ہمارے کروڑوں آباؤ اجداد کا وجود ہندوستان کی مٹی کا جز و بن چکا ہے اور آج اس سرزمین کے ذرے ذرے میں ہمارا خون ملا ہوا ہے اور اس پر ہمارے حقوق دائمی اور ابدی ہو چکے ہیں ــــ ہمیں ایک ایسے عظیم سماجی نظام کو تشکیل دینا ہے جہاں انسان انسان کا خون نہ چوسے گا جہاں سب خوشحال اور آزاد ہوں گے ــ!

لوگ نعرے بلند کرتے ہوئے بڑی بڑی ٹولیوں میں اپنے اپنے گھروں کو لوٹے۔ ایک آہنی دیوار بن چکی تھی بشاہی حلقوں میں ہراس پھیل گیا تھا۔ گلریز جوش و خروش میں نعروں پہ نعرے بلند کئے جا رہا تھا ــــ!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پورا ایک مہینہ گل ریز کے کرب ناک انتظار کے عالم میں بیت گیا — ! ماہتاب کی ساری کائنات سمٹ کر ایک مرکز پر آئی تھی ۔ ہر تمنا اسی ایک محور کے چکر لگا رہی تھی ۔ ساری بستی اداس تھی — اجنبی سے چہرے بگڑے تیور نامانوس آوازیں — !

ایک رات جب اُسے نیند نہیں آئی تو اس نے دیکھا کہ چاند رات کے دامن پہ چمک رہا ہے اور جنگل سے گیدڑوں کے چلانے کی آوازیں آرہی ہیں نالے کا شور مسلسل جاری تھا اُس نے گل ریز کے لوٹے پھوٹے صندوق کو احتیاط سے کھولا لیکن وہ پوری طرح نہ دیکھ سکی کہ اس میں بیٹے نے کون سی سوغات رکھی ہے — ! صبح جب وہ اٹھی تو اس پہ یہ حقیقت کھل گئی کہ خورشی ماں بننے والی ہے ۔ نادر نے جب رک رک کر اسے یہ مژدہ جانفزا سنایا تو پہلے وہ یقین نہیں کر سکی لیکن میاں بیوی کے چہروں سے جو بے پناہ خوشی جھلک رہی تھی اس نے ماہتاب کو یقین دلایا کہ انجام کار خورشی ماں بننے والی ہے ، اور وہ خود دادی ماں — !

وہ بستی کی ساری بڑی بوڑھیوں سے بڑے فخریہ لہجے میں یہ بہت بڑی خبر کہتی پھری ۔

"تم لوگ تو بڑے فخر سے اتراتی تھیں ۔ اب دیکھو ہماری خورشی بھی ماں بننے والی ہے — !" وہ تصورات کی دنیا میں اتنا کھوئی رہتی کہ اکثر آس پاس کی خبر نہ رہتی ۔ آنے والے بچے کی ساری زندگی ذرا ذرا تفصیل کے ساتھ اس کے ذہن میں گھومتی رہتی وہ اس پودے کو اپنے خون جگر سے سینچنے کے لئے بیقرار

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہونے لگی اتنی مدت کے بعد پہلی بار ماں بننے والی عورتوں کے دل میں بڑے اندیشے ہوتے ہیں۔ خورشی بھی خوف زدہ اور پریشان سی رہنے لگی تھی۔ ماہتاب اسے دلاسہ دیتی "بہو۔ اپنی صحت کا خیال رکھو۔ اس تخلیق کا یہ کرب تو ایک چھوٹا سا نذرانہ ہے اس مسرت کا ۔۔۔ جو ایک ماں کو پہلی بار بچے کو دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ !!"

کبھی کبھی وہ بیٹھے بیٹھے کانپ اٹھتی۔ کیا وہ اتنی بڑی مسرت کا بوجھ اٹھا سکے گی۔ اس کی کمزور صحت اس کا ساتھ دے سکے گی ؟ اس خزانے تک پہنچنے پر کہیں اس کا دم تو نہ ٹوٹ جائے گا ؟ نہیں نہیں ۔۔۔ قدرت اتنی ظالم نہیں ہو سکتی اور پھر اس کی نگاہوں کے سامنے ننھے منے کا سالونا سلونا چہرہ آ جاتا وہ اپنی آغوش میں اس کی گرمی محسوس کرنے لگتی۔ لیکن تبھی ایک اور وسوسہ سر ابھارتا اگر خورشی نے اسے بیٹے کے بجائے بیٹی دی تو۔۔۔ اُف ۔۔۔ ! اگر ایسا ہوا تو ۔۔۔ ! وہ زہر کا یہ نشتر برداشت نہیں کر پاتی دل کی کسک کو وہ مسکراہٹ کے پردوں میں چھپاتی اور انتظار کرنے لگتی ۔۔۔ انتظار ۔۔۔ نہ جانے یہ زہر غم کا پیالہ کب بھرے گا۔ ؟ اس کی ساری زندگی اسی انتظار میں گزر گئی وہ برسوں دلاور کا انتظار کرتی رہی وہ نہیں آیا لیکن جو چنگاری دل کی گہرائیوں میں سلگ رہی تھی وہ بجھ نہ سکی بلکہ اور بھڑکتی رہی اس کے دل کی گہرائی میں آج تک امید کا ٹمٹماتا چراغ روشن تھا کہ ایک دن وہ پھر دلاور کو پا سکے گی ۔۔۔ وہ آکر اس کے برسوں کے تپتے زخم پر مرہم کا پھاہا رکھے گا۔ مایوسیوں کے اندھیرے چھٹ جائیں گے اور امید کا نیا آفتاب طلوع ہوگا ۔۔۔ لیکن ۔۔۔ وہ خود کو تسلی دیتی۔ یہی میری سادھنا ہے۔ یہی میرے جیون کا فرض ہے اور یہی ۔۔۔ زندگی ہے !

وقت کی اڑان رواں دواں رہی۔ نادر اور خورشی اسکے سونے اور آرام کرنے کے سوا کسی اور بات پر دھیان نہیں دیتے تھے۔ لیکن خورشی کے وجود میں پھڑپھڑاتے ہوئے ننھے بچے کا انتظار کرتے کرتے اس کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور پھر ۔۔۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

گل ریز کے غم میں سُلگنے کی عادی ہو چکی تھی تو وہ ۔ بال نل کے کہساروں میں بہار کی نوخیز کلی پھوٹی تھی ۔ ٹھٹھرے ہوئے مینڈک جو موسم سرما کی کالی راتوں میں مٹی کی اندرونی تہوں میں مصروف خواب رہے ۔ آفتاب کی ارغوانی شعاع نکلنے کے ساتھ ہی جنگل کی طرف جانے والی پگڈنڈی پر ٹرٹرا رہے تھے ۔ ! ماہتاب غروب ہوتے ہوئے آفتاب میں ہوا کی فرحت بخش خنکی سے محظوظ ہو رہی تھی کہ ماہم دین کا بیٹا دوڑتا ہوا آیا اور بکری کے تھنوں سے دودھ دوہتے ہوئے نادر کو اشارے سے ایک طرف بلا لیا اور سرگوشیوں میں کچھ کہنے لگا ۔ !

ماہتاب کو اتنا علم تھا کہ ماہم دین کا بیٹا شہر گیا ہوا تھا ۔ لیکن وہ اس طرح نادر سے کیا کہہ رہا ہے ؟ اچانک نادر کی چیخ نکل پڑی "گل ریز ! —

"کیوں کیا ہوا میرے گل ریز کو — ! " وہ مری ہوئی آواز میں بولی

لیکن دونوں چپ چاپ تھے — ! ان کی خاموشی نے ماہتاب کو زیادہ ہی دہشت زدہ کر دیا "تم بتاتے کیوں نہیں — میرا بیٹا کیسا ہے ؟ " ماہم دین کا بیٹا بغیر کچھ کہے سنے وہاں سے بھاگ گیا لیکن نادر لڑکھڑاتی زبان سے کہنے لگا — ماں — گلریز کے ساتھ شہر میں کوئی حادثہ پیش آیا ہے ۔ لیکن میں شہر ہو آؤں تبھی پتہ چلے گا کہ حادثے کی نوعیت کیا ہے — ! "

ماہتاب کی تمام سانسیں جیسے گلے میں آکر رک گئیں گلا رندھ گیا آنکھوں میں نہ جانے کہاں سے آنسوؤں کے قطرے رینگ آئے ۔ اس نے بڑھ کر نادر کا گریبان پکڑ لیا " — جلدی بتاؤ — بتاؤ مجھے — ! " اس آواز سے اس کا جسم جھنجھنا اٹھا ۔ نورشی بھاگتے ہوئے آئی اور نادر کو ڈانٹنے لگی — " ماں کو سب کچھ بتا دو ۔ ورنہ یہ ابھی مر جائے گی — ! "

" — ماہم دین کا بیٹا کہہ رہا تھا کہ انقلاب کامیابی سے ہمکنار ہو گیا ہے غلامی کی بیڑیاں کاٹ دی گئی ہیں ۔ کشمیر کے لاکھوں عوام کی مظلومیت رنگ لائی ہے ۔ مہاراجہ ہری سنگھ بوریا بستر باندھ کر بھاگ چکا ہے لیکن جاتے جاتے فرنگی شاطروں کے اشارے پر اس نے جموں اور دوسرے پسماندہ علاقوں میں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

فسادات کی آگ بھڑکائی لیکن مام دین کا بیٹا کہہ رہا تھا اور تم جانو وہ شہر میں پانچ جماعت تک پڑھا ہے اس کی ساری باتیں تو اپنے پلے نہیں پڑیں لیکن وہ کہہ رہا تھا کہ یہ آگ بانہال کے درے سے آگے نہ بڑھ سکی ــــ ادھر رجعت پسند رہنماؤں نے قبائیلیوں کو اسلام کے نام پر اکسایا اور کشمیر پر قبائیلی حملہ کے دوران اب تک ہزاروں معصوم اور نہتے لوگوں پر وحشیانہ تشدد کیا گیا قتل وغارت اور عصمت دری کے دردناک واقعات رونما ہوتے ہیں اور وہ کہہ رہا تھا کہ ــــ اور وہ کہہ رہا تھا کہ ان وحشی درندوں نے شہر سے بال تل واپس آتے ہوئے قصبے میں اچانک اسے پکڑ لیا ہے۔ مام دین نے کئی قبائیلیوں کو اسے بیڑیاں پہنے ہوئے قصبے کی سڑک سے گذرتے دیکھا۔ مام دین کا بیٹا یہ بھی کہہ رہا تھا کہ قبائل گلریز کو کافر کہہ کر پیٹ رہے تھے اور ......"

نادرہ میں اس سے آگے کہنے کی ہمت نہیں تھی ساس اور بہو خاموش تھیں ــــ اچانک ماہتاب کو اس بوسیدہ صندوق کا خیال آیا۔ اس نے صندوق کی طرف اشارہ کیا ــــ مجھے یہ علم تو نہیں کہ اس میں کیا ہے لیکن اس کی گرفتاری سے اس کا ضرور کوئی تعلق ہے ــــ" نادر نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا اور دونوں میاں بیوی صندوق کھولنے لگے ــــ لیکن یہ کیا ــــ صندوق کتابوں سے بھرا تھا اس میں کاغذ کے کچھ ورق بھی تھے۔ تینوں میں یہ بات سمجھ نہ آسکی کہ محض چند کاغذوں کے لئے ایک شخص کو اتنی سخت سزا دی جا سکتی ہے وہ کتابوں پر چھپے ہوئے ننھے ننھے کالے کالے کیڑوں کو ٹکٹکی لگائے دیکھتے رہے۔ لیکن وہ کچھ سمجھ نہ سکے۔ اچانک نادر نے کہا۔

"ان کو کسی طرح جلا دو۔ ورنہ ہم بھی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔!"

"بیوقوف ہو تم۔ اگر سبھی کتابیں ایک ساتھ جلائیں گے تو ساری بستی دھوئیں کے بادل دیکھ کر شک میں پڑ جائے گی۔ انہیں تو ایک ایک کر کے جلانا ہوگا ــــ!" خورشی نے اپنے پھولے ہوئے پیٹ کو پھرن میں چھپاتے ہوئے کہا

لیکن ماہتاب کا ذرہ ذرہ چیخ رہا تھا "نادر! اپنے بھائی کے لئے کچھ کرو ــــ اسے کسی طرح بچانا ہے ــــ!"

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

"ہاں! علم دین کا بیٹا کہہ رہا تھا کہ وہ گل ریز کو قصبے کی سرائے میں لے گئے ہیں۔ تم فکر مت کرو۔ لٹیروں کی اس نئی جماعت کے خلاف اگرچہ میں تنہا کچھ نہیں کر سکتا لیکن میرے پاس جتنی رقم ہے میں وہ سب انہیں ادا کر کے اپنے بھائی کو بچاؤں گا ۔۔!"

"نہیں نادر! ۔۔۔ گل ریز نے مجھے اب تک چاندی کے چالیس سکے دیئے ہیں میں نے انہیں سنبھال کر رکھا ہے تم اپنی طرف سے کچھ صرف نہ کرو۔ ان ظالموں کو تو روپے پیسے ہی کی زیادہ ضرورت ہے۔ میں خود جا کر انہیں روپے دوں گی اور اپنے بیٹے کو ان کے چنگل سے آزاد کراؤں گی۔ میں اُسے مرنے نہیں دوں گی۔ اگر مجھے اپنی زمین بھی بیچ دینا پڑے نہ جانے کیسا ہوگا میرا لال ۔۔۔!"

یہ آٹھ فٹ لمبی اور چھ فٹ چوڑی عجیب سی دم گھونٹ دینے والی کوٹھری تھی۔ ان وحشیوں نے گل ریز کو یہاں لا کر بند کر دیا تھا۔ اس کے کپڑے میلے ہو گئے اور پھٹے ہوئے تھے۔ اس نے یہ جان کر اطمینان کا سانس لیا کہ بندوقوں کے کندے اب اس کے جسم میں نہیں چبھ رہے تھے۔ اب اس کے منہ پہ تھپڑ اور پسلیوں میں گھونسے نہیں مارے جا رہے تھے اب اس پر تابڑ توڑ حملے نہیں کئے جا رہے ہیں اگر اب بھی کرتے تو کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ کیونکہ یہ ان کا وحشیانہ دستور تھا۔ اب اسے بہرحال ثابت قدم رہنا تھا۔ لیکن وہ ۔۔۔ موت کو کمزوری اور عاجزی سے بھی تو قبول نہیں کر سکتا۔ وہ ان وحشیوں کو ۔۔۔ ان میں سے ایک ایک کو ہلاک کر ڈالے گا۔ وہ ان کے سردار کا اپنے خالی ہاتھوں سے گلا گھونٹ دے گا۔ لیکن ۔۔۔ کوٹھری کی فضا خاموش اور پُرسکون تھی۔ کہیں دور سے گھونسے، تھپڑ یا ڈنڈے مارنے کی دبی دبی آوازیں اور چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس کے سامنے ان کے سردار کا پیکر بار بار ابھرتا، لمبا تڑنگا بیل جیسا بھاری بھر کم ۔۔۔ گھوڑے جیسا منہ ۔۔۔ جسمانی اذیت پہنچانے کا کام اسی شخص کے سپرد تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ اپنے اس آخری محاذ پر ہو

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جس کے قریب تک جنگ کے دوران متعدد بار پہنچ چکا تھا۔ اُسے ڈر تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی بات پر جمے رہنے کے معاملے میں جسمانی طور نا اہل ثابت ہو۔ کہیں وہ شکست مان نہ لے۔ کہیں اس کی قوت ارادی اچانک جواب نہ دے جائے۔ اُسے کھانسی آنے لگی یہ کھانسی اس کے شدید اذیت کا باعث بنی ہوئی تھی۔ اتنی خراب کھانسی تو اس وقت سے کبھی نہیں آئی تھی۔ جب وہ بچہ تھا اور جب اس کی ماں اس کے کمزور پھیپھڑوں کے باعث مسلسل فکر مند رہتی تھی۔

قبائلی اسے پیٹتے پیٹتے اب تھک گئے تھے اور اس پرانی سرائے کے گندے احاطے میں بیٹھے ہوئے تھے کچھ چارپائیوں پر اپنے بستروں کے سہارے اونگھ رہے تھے۔ کچھ گپیں ہانک رہے تھے اور کچھ حقے گڑگڑا رہے تھے —!
گل آمیز کو شدت کی پیاس محسوس ہوئی۔ لیکن کچھ بھی ہو وہ انہیں کچھ بھی نہیں بتائے گا۔ پھر یہ لوگ اسے گلے میں رسی باندھ کر لٹکا دیں گے۔ اس کا خون اصطبل کی زمین پر جم جائے گا۔ اوہ — کاش میری ماں بے جان لاش کو لٹکتا نہیں دیکھتی وہ دیکھ بھی کیسے سکتی ہے؟ اتنی دور بھلا وہ کیسے آسکتی ہے؟ اندھیرا —
ہر طرف بھیانک اندھیرا۔ لیکن امید ہے صبح ہوگی۔ ہر رات کی صبح ہوتی ہے۔ لیکن اس صبح کو ابھی لاشوں کی ضرورت ہے۔ مقدس پاکیزہ اور گرم گرم لہو کی — شہنشاہیت کی دیواریں مسمار ہوگئیں اور اب انسانیت کی صبح قریب آرہی ہے ایسی صبح جو رات کی سیاہی میں کبھی بدل نہ سکے۔ اے مادر کشمیر! مجھے تمہارے دُکھتے پیار اور درد بھری ممتا کا احساس ہے جب تک میرے جسم میں خون کا ایک بھی قطرہ باقی ہے۔ میں تم سے پیار کرتا رہوں گا ماں — اے مادر کشمیر! میں تیری مقدس روح کو سلام کرتا ہوں —!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

آفتاب ابھی تک طلوع نہیں ہوا تھا مگر روشنی دھیرے دھیرے بڑھتی ہوئی پہاڑوں کے دامنوں پر پھیلتی جا رہی تھی۔ ماہتاب نے اپنی تمام تر قوت مجتمع کر کے قبیے جانے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ نادر اور خورشی نے اس کے پاؤں پکڑے، منت سماجت کی نادر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا ـــ "ماں ـــ تمہاری صحت ٹھیک نہیں۔ میری مانو تم گھر ہی رہو ـــ میں گل ریز کو بچا کے لے آؤں گا ـــ!" لیکن ماہتاب بھلا کہاں مانتی ـــ وقت گذرا جا رہا ہے۔ نادر! مام دین کے ہاں سے خچر لے آؤ ـــ جاتے کیوں نہیں ـــ؟ "جیرا" "دتھیرا" نادر خچر لے آیا۔ اتنی دیر میں خورشی اس کے گنے چنے سفید بال سنوار چکی تھی اور اُسے اپنی شادی کا پھرن پہنا چکی تھی نادر نے اسے خچر پر بٹھایا اور چیڑھ کے درخت کے تنے سے نکالی ہوئی جنگلی مشعل ہاتھ میں لے کر خچر کے پیچھے لمبے لمبے ڈگ بھرنے لگا۔ صنوبر کے گھنے جنگل میں ابھی روشنی ناپید تھی اور طویل مسافت طے کرنے کے بعد بھی سورج نہ نکلا۔ سپید بادلوں کی گہری چادر مشرق سے مغرب تک آسمان پر تنی رہی ـــ!

ماہتاب نقاہت اور ویرانی کا مجسمہ بنی خچر کی پیٹھ سے چمٹی رہی۔ وہ جنگل کے دشوار گذار اور پُر پیچ گھیرے میں لپٹے ہوئے راستے کو ٹکٹکی لگائے دیکھتی رہی۔ نادر بھی چُپ چاپ چلا جا رہا تھا۔ منزل دور تھی لیکن وقت بہت کم تھا ـــ!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

راستہ میں نادر کو بہت سے کسان ملے جو اپنے بیوی بچوں کو محفوظ مقامات کی طرف لے جا رہے تھے۔ دو دو چار چار آدمی جنگل کے ویران گوشوں میں کھڑے طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے نادر کو واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن ماہتاب کے آہنی عزم کے سامنے نادر بے بس تھا وہ بغیر رُکے آگے بڑھتے رہے سہ پہر خاصی دیر تک گھاٹی میں گولیاں چلنے کی آوازیں گونجتی رہیں۔ آس پاس کی گھاٹیوں، ڈھلانوں اور وادیوں میں مختلف آوازیں مختلف اطراف سے سنائی دے رہی تھیں۔ دُور ——— بہت دور ——— قصبے میں کہیں سے آگ کے شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے کہیں دور سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آ رہی تھی۔ چیخ و پکار ——— آہ وزاری اور رونے پیٹنے کی آوازوں نے نادر کو لرزہ براندام کیا۔ لیکن اس خیال نے اسے آگ اور خون کے اس سمندر میں غوطہ لگانے کا حوصلہ بخشا کہ اس کا چھوٹا بھائی ——— اس کا اپنا خون ——— اس طوفان میں کہیں جکڑا ہوا ہے ——— !

مغربی سلسلہ ہائے کوہ میں آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ جنگل، کوہستان وادیاں اور حد نظر تک نظر آنے والے قصبے کے کھیت ایک سیاہ غبار میں گم ہوتے جا رہے تھے۔ اچانک چاند ابھر آیا اور دُور دُور تک مدھم پھیکی سی چاندنی پھیل گئی اس پر میلے بادلوں کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ ہر چیز ساکن تھی۔ دُور کسی مرغزار میں قبائلی دف پر رقص کر رہے تھے۔ نادر کا دل بھی قبائیلوں کے دف کی طرح دھڑک رہا تھا۔ اور ہر دھڑکن موت کی گھنٹی معلوم ہوتی تھی۔ قصبے میں خاموشی اور سکون دیکھ کر اُسے حیرت ہو رہی تھی لیکن ویرانے میں پھیلے ہوئے نمدوں کے ٹکڑے۔ چیتھڑے، خالی کارتوس اور پگڈنڈی پر جمے ہوئے خون کے کالے کالے دھبے ابھی تک طوفان کی یاد تازہ کر رہے تھے۔ دیہات کے جھونپڑوں کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا تھا لیکن خزان میں جمع کئے ہوئے گھاس کے ایک ایک تنکے کو جلا دیا گیا تھا۔ اناج کا بڑا حصہ قبائیلوں نے لوٹ لیا تھا اور جو بچ گیا اسے جلا کر راکھ کیا گیا تھا ——— وہ لوگ ابھی سرائے سے دور ہی تھے کہ قصبے کے چوراہے پر نادر کو ایک لاش نظر آئی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

[illegible]

[illegible]

کر اس پر یقین کر سکی —— [illegible]

گل ریز کی لاش ایک باغ سے [illegible] طرح
پچک گئے تھے۔ پیشانی اور [illegible] ۔ اس
کے اپنے خون سے اس کے کپڑے [illegible] سڑک پر
لے آیا، اور اسے ایک کپڑے پر [illegible] گل ریز
کو اپنے بازوؤں میں تھام لیا۔ [illegible] جیسے خود
بھی مجسمہ ہو گئی ہو۔ اتنی دیر میں کچھ [illegible]
تاب نہ تھی کہ یہ دردناک منظر دیکھ سکے۔ [illegible]
باتیں کر رہی تھی۔ جذبات کا [illegible]
ہوتے ہوتے گم ہو جاتی اور کبھی [illegible]

"میرے گل ریز —— میرے بچے —— میرے لال

[illegible]

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تو میرا سب سے بڑا بیٹا ہے۔ جب تو بولتا ہے تو وادیوں کا پتا پتا ہمہ تن گوش ہو جاتا ہے—! تو اٹھتا کیوں نہیں بیٹا؟ اپنی اس بوڑھی ماں کو نہ ستا! تو سانس کیوں نہیں لیتا میرے لال؟ ارے—ارے—نادر یہ سانس کیوں نہیں لیتا؟" اچانک وہ پیچھے ہٹ کر پاگلوں کی طرح نادر کو تکنے لگی۔ وہ اپنے سفید بال نوچنے لگی۔ اس کے جسم کا ذرہ ذرہ چیخ اٹھا۔ روح کی ساری طاقتیں چیخ اٹھیں— "میرے مولا!—یہ کیا ہو گیا—یہ میرے سفید بال تو دیکھ گل ریز! اف میرا دل میرے لال میں اپنی چھاتی چیر کر تیرے پہلو میں اپنا دل رکھ دوں گی۔ تاکہ تو سانس لے سکے—! اف تو کتنا رحمدل تھا اور ان وحشیوں نے تیرا یہ حال کر دیا۔ گولیوں سے چھلنی کر دیا ہے تجھے! میں ان کی آنکھیں نکالوں گی۔ ان کے دل چیر دوں گی انہیں مٹی میں روندوں گی!

وہ روتی رہی تڑپتی رہی۔ اس کی آواز آنسوؤں سے شرابور تھی۔ وہ اپنی کپکپاتی انگلیوں سے گل ریز کے چہرے، اس کے بالوں، اس کی گردن اور اس کی آنکھوں کو چھو رہی تھی۔ نادر قریب ہی پتھر پر بیٹھا ہوا سب کچھ سنتا رہا اس کے گال بھی آنسوؤں سے تر تھے۔ آخر وہ کھڑا ہوا اور گھوڑے کی پسینے میں تر گردن پر سر ٹکائے ہونٹ کاٹتا رہا۔ ماہتاب اس سے لپٹ گئی دونوں کی سسکیاں ایک دوسرے میں کھو کر رہ گئیں۔ کہیں دور سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ دور جنگل کی تاریکیوں میں چھوٹی چھوٹی مشعلیں جلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ جنگل کے ڈھلان پر ان جنگلی موم بتیوں کی لمبی قطار ایسی نظر آ رہی تھی جیسے تارے آسمان سے نیچے اتر آئے تھے—پہاڑی کے پیچھے سے ایک گھوڑ سوار نکلا اس کے پیچھے ایک اور اور پھر نادر نے دیکھا کہ گھوڑ سوار جوانوں کی ایک بہت لمبی قطار چلی آ رہی ہے—! مشعل کی روشنی میں گل ریز کی لاش دیکھ کر کچھ گھوڑ سوار نیچے آئے اور لاش کی تجہیز و تکفین کا کام کرنے لگے۔ ماہتاب نادر کے بازوؤں میں بے جان سی ٹکی ہوئی تھی اس کا جھریوں بھرا چہرہ نادر کے تپتے ہوئے بھیگے بھیگے گال پر رکھا ہوا تھا۔ اچانک ایک

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

گھوڑ سوار ان کے سامنے آیا۔ اس کے چہرے سے زندگی اور دلکشی ٹپک رہی تھی۔

"ہمارا تعلق کشمیر کے نوزائیدہ قومی ملیشیا سے ہے۔ ہم اپنی آزادی، اپنی آبرو اور اپنے مستقبل کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگانے نکلے ہیں۔ ہم نے وحشی قبائلیوں کے چھکے چھڑا دیئے ہیں۔ ہمارے ساتھ جو فوجی جوان ہیں یہ سرحدوں پر فوجی چوکیاں قائم کریں گے تاکہ تم لوگ نئے کشمیر کے نئے انسانوں کی طرح ان پہاڑوں میں اپنا جیون بِتا سکو ---!"

تجہیز و تکفین پوری ہوئی۔ ملیشا کے جوانوں نے ماہتاب اور نادر کو پانی پلایا اور انہیں دو تازہ دم گھوڑوں پر بٹھایا۔ فوجی جوانوں کی قطار مسلسل ان کے قریب سے گذرتی رہی اور پھر انہیں دستے کا جھنڈا دور ہوتا نظر آیا۔ سرخ پرچم ---! نادر کو ایسا لگا جیسے زمین گیت گا رہی ہو۔ زمین کے لبوں سے ترانے ابل رہے ہوں اور انسان کی ہستی کا دھارا بدل گیا ہو۔

وقت گذرتا رہا۔ رات بیتتی رہی۔ وادی کے سنسان بیابانوں میں گھوڑے سرپٹ بھاگتے رہے۔ آسمان پر چاند تیرتا رہا اور کائنات پر شفاف چاندنی بکھرتی رہی اور آخر رات کے پچھلے پہر دور بادلوں سے پھسلتی ہوئی چاندنی ڈھل گئی۔ چاند ڈوب گیا۔ تارے دیر تک آسمان میں جھلملاتے رہے اور پھر آہستہ آہستہ پیلے پڑنے لگے۔ آسمان کا رنگ سپیدی مائل نیلا ہوتا گیا۔ ٹھیک اسی وقت دور مشرق سے ہولے ہولے اور چپکے چپکے نسیم سحر آئی۔ فضا میں ایک خنکی سی طاری ہوئی اور رات ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑنے لگی ---!

ایک نئی صبح طلوع ہو رہی تھی۔ مشرق سے ارغوانی کرنوں کے پیغام آ رہے تھے۔ آفتاب کی ایک ناچتی ہوئی کرن نے ماہتاب کے چہرے کو چھو لیا۔ قافلہ بال تل کی وادی میں پہنچ گیا تھا۔ دور پگڈنڈی پر ماما دین کا لڑکا دوڑا چلا آ رہا تھا۔ وہ ماہتاب کے قریب آ کر رک گیا --- "چاچی! خوشی کے مارے کل رات لڑکا ہوا ہے،

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

گول مٹول ۔ رو رو کر ساری بستی سر پر اٹھائی ہے ۔ ! " ماہتاب کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ جاگ اٹھی ایک حیات بخش رو سر سے پاوں تک دوڑ گئی ۔ ! قلعے کے کچھ جوان وہی مسحور کن گیت گا رہے تھے ۔ ایک نئی دنیا کا نیا نویلا گیت ....

اے میرے دوست
تیرے ویرانے اب ویرانے نہیں رہیں گے
تیرے برف سے ڈھکے اداس پہاڑ سونا اگلیں گے
ولر کی گہرائیوں سے موتی نکلیں گے ۔
نارسر مارسر توسہ میدان اور کونگ وٹن کا حلیہ بدل جائے گا ؛

ختم شد

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

زمین نے خون اگلا آسمان نے آگ برسائی
جب انسانوں کے دل بدلے تو انسانوں پہ کیا گذری

[ناول کشمیر جاگ اٹھا پر]

مبارکبادی کا پیغام

بھیج رہے ہیں

جی ایم پنجابی اینڈ سنز

آف وولیینڈس (ایگزبیشن مارکیٹ)

سارے ہندوستان میں ووڈ کارونگ اور کشمیری ہینڈی کرافٹس کا
جاذب نظر سامان ھم سے دستیاب ھے

"کشمیر جاگ اٹھا"

کی کامیاب اشاعت پر

دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہے

کشمیر ایکسپورٹس

۲۲ ۔ سلیمان شاپنگ کمپلیکس ۔ رستم گلی ، ڈل گیٹ سرینگر

آپٹیکس

تمام مریضوں کی فوری صحتیابی کا متمنی

سول ڈسٹری بیوٹرز : میسرز شاہ انٹرپرائیزز نیو چھبیل چوک سرینگر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سری نگر میونسپل کونسل کی نئی پہل

شہرِ سری نگر

میں تیز تر ترقیاتی عمل کے پیش نظر ہماری معمول کی زندگی میں بھی تیز رفتاری آئی ہے شہر کے وسعتوں اور آبادی میں اضافہ کے باعث سڑکوں پر ٹریفک کا دباؤ بڑھ گیا ہے اور صحت و صفائی کے ان گنت مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ جہاں ہماری کوشش رہتی ہے کہ شہر میں صفائی اور دیگر بلدیاتی انتظام معقول طریقہ سے چلایا جائے وہاں آپکی نئی منتخب شدہ میونسپل کونسل اپنے شہری بھائیوں سے تعاون اور امداد کی طلبگار ہے کیونکہ شہر کی خوبصورتی کو قائم و دائم رکھنے اور صحت و صفائی و صاف ستھرا ماحول قائم رکھنے میں عام شہری پر بھی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہم شہر سری نگر کے ہر باشندے سے مودبانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے شہری فرائض کو پورا کرنے کیلئے ادارہ سری نگر میونسپل کونسل سے مکمل تعاون کرے اور مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل پیرا ہو جائیں:۔

1. جن شہر واروں نے سڑکوں، گلی کوچوں یا دیگر مقامات پر میونسپل یا دیگر سرکاری زمین و جائیداد پر ناجائز قبضہ کیا ہے اس کو فوری طور خالی کریں۔
- دوکاندار حضرات اپنے دوکانوں کے باہر فٹ پاتھوں یا سڑک پر اپنے سامان کو رکھنے سے گریز کریں کیونکہ اس سے عام آمد و رفت میں خلل پڑتا ہے اور کسی بھی وقت حادثات کا خطرہ رہتا ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

(۲) چھاپڑی فروشی کی شکل میں سڑکوں اور کوچوں پر خرید وفروخت کا سامان نہ رکھیں۔ اس قسم کے تجاوزات کو کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کیا جائے گا اور جن دوکانداروں نے اپنے دکانوں کے سامنے تھڑہ جات سڑکوں، گلی کوچوں اور فٹ پاتھوں پر بڑھا کر راہ عام کو مختصر کیا ہے وہ ان تھڑہ جات کو فوری طور ختم کریں کیونکہ اس سے سڑک کی تنگی کے علاوہ سڑک کے کنارے نالیوں کی صفائی کرنے میں بھی دقعت آتی ہے۔

(۳) تمام متعلقہ شہری جن کے ذمہ ٹیکس یا لائسنس فیس کی ادائیگی بقایا ہے وہ ان رقومات کی ادائیگی بلا کسی ٹال مٹول کے فوری طور کردیں۔

شہر میں میونسپل جائیداد کے کرایہ داران سے گذارش ہے کہ وہ زیر کرایہ جائیداد کے کرایہ معہ بقایا جات بلا تاخیر ادا کریں۔ اشیائے خوردنی کا کاروبار کرنے والے حضرات اپنی لائسنس کی تجدید کرائیں۔ شہر کے حدود میں کاروباری مال درآمد کرتے وقت متعلقہ چونگی پوسٹوں پر تحت قوانین چونگی ادا کریں۔

(۵) شہر کی صحت وصفائی کا معیار بلند کرنے کے لئے میونسپل عملہ کو بھرپور تعاون دیں۔ گھر یا دوکان کی صفائی کرتے کے بعد کوڑا کرکٹ کی گندگی سڑکوں پہ نہ ڈالیں بلکہ اپنے دکانوں پہ چھوٹے ٹین ہا میں یہ کوڑا کرکٹ جمع کریں۔ مکان والے بھی اسے گھر کے باہر جمع رکھیں۔ جس کو ہمارا خاکروب وہاں سے اٹھائیگا۔

(۶) اپنے مویشیوں کو عام سڑکوں پر آوارہ گرد نہ چھوڑیں اس سے ٹریفک نظام میں خلل واقع ہوکر حادثات کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

(۷) شہر میں ہر نوزائیدہ بچہ اور فوت ہونے والے فرد کی اطلاع متعلقہ وارڈ دفتر یا صدر دفتر میونسپل کونسل میں ضرور درج کرائیں۔

(۸) شہر میں کسی بھی قسم کی تعمیر کیلئے باضابطہ اجازت نامہ حاصل کیجئے اس سلسلے میں شہریوں کو یقین دلایا جاتا ہے کہ تعمیری نقشہ جات محکمہ نزول کا اعتراض نہ ہونے کی سند حاصل ہونے کے بعد پندرہ دن کے اندر اندر اجرا کئے جائیں گے بشرطیکہ مجوزہ تعمیر ماسٹر پلان کی زد میں نہ آتی ہو۔

(۹) شہر سری نگر میں عموماً" اور جھیل ڈل کے علاقہ میں خصوصاً" کسی بھی خلاف ورزی کو برداشت نہیں کیا جائیگا توقع ہے کہ شہری اپنے بھرپور تعاون کا عملی ثبوت مہیا کریں گے کسی بھی شکائیت یا اطلاع کے لئے درج ذیل ٹیلیفون نمبرات کا استعمال کریں۔

پرخلوص خادم

دھرم بیر سنگھ اوبرائے
پریذیڈنٹ
سری نگر میونسپل کونسل

۷۲۶۷۸ ، ۷۷۳۳۱
۷۲۱۱۹ ، ۷۶۹۳۱

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کامیابی — شادمانی — مضبوطی اور روشن مستقبل کا

خزانہ

جموں اینڈ کشمیر بینک

آپکے مستقبل کو خوشیوں کے تاروں سے جگمگانے کیلئے ہم نے مختلف بچت سکیمیں مرتب کی ہیں۔ آیئے اپنی بچت ہمارے ہاں آج سے ہی جمع کر کے اپنے آپ کو حقیقی خوشیوں سے جگمگائیے

جموں اینڈ کشمیر بنک — آپ کا اپنا بنک

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کشمیر کی دستکاریاں اپنے تنوع دلآویزی اور فنی کے اعلیٰ نمونوں کیلئے صدیوں سے دنیا بھر میں باعثِ کشش اور شہرت رہی ہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں یہاں کی دستکاریاں پروان چڑھتی رہی ہیں اور فن کے سانچے میں ڈھل کر اس شاہکار کی حیثیت اختیار کر گئی ہیں جس نے دنیا کے فن کے شیدائیوں کو اپنا گرویدہ بنایا ہے۔

جدید دور میں بھی ہماری دستکاریوں کی شہرت اور مانگ کسی طرح متاثر نہیں ہوئی بلکہ جموں کشمیر ہینڈی کرافٹس (سیلز اینڈ ایکسپورٹ) کارپوریشن کی نمایاں کوششوں سے ان کی مقبولیت اور مانگ میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔

پچھلے سال جنوری سے کارپوریشن نے متعدد بین الاقوامی نمائشوں میں کشمیر مصنوعات رکھی ہیں۔ چنانچہ ورلڈ کارپٹ فیر، (ویسٹ جرمنی) سپرنگ فیر (متحدہ عرب امارات) اور انڈیا ٹریڈ فیر (وینیزی زولا) کے علاوہ ورلڈ فرنشنگ اینڈ کنزیومر گڈس شو (بحرین) اور انڈین ٹریڈ ایگزبیشن (جدہ) جیسی عالمی پیمانے کی نمائشوں میں کشمیری دستکاریوں اور مصنوعات کے عدیم المثال نمونے رکھے گئے۔ کارپوریشن غیر ملکی خریداروں کو دستکاری مصنوعات سے متعارف کرانے اور انہیں زیادہ سے زیادہ فن پارے خریدنے کی ترغیب دینے کے لئے "بیرس اینڈ سیلرس میٹ" کا اہتمام کر رہی ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی مثال ہو گی۔ کارپوریشن وڈ کارونگ کا کام کرنے والے کاریگروں کی سہولت کے لئے بعض ایسے مراکز کا قیام بھی عمل میں لا رہی ہے جہاں اخروٹ کی لکڑی کے معیار کا جائزہ لیا جا سکے گا۔ اس کے علاوہ قالین دھونے کی جدید ترین سہولیات سے بھی استفادہ کیا جا رہا ہے۔ کارپوریشن کے تحت اس وقت ۱۹۰ ایڈوانس کورس مراکز سرگرم عمل ہیں۔

کشمیر کے فن اور دستکار کی بازیافت کا ضامن واحد ادارہ :-

کشمیر گورنمنٹ آرٹس ایمپوریم

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

J&K Academy ... Library
Class No 9336
Book No ......
Price ....
Date ....

ناول
کشمیر جاگ اٹھا
کی اشاعت پر
مُبارکبادی کا پیغام
بھیج رہے ہیں

جاوید موٹرس
آٹو موبائیل ڈیلرز، موٹر سائیکلز فلم ڈسٹری بیوٹرز
اینڈ ایگزبیٹرس
صدر دفتر، ہری سنگھ ہائی سٹریٹ
سری نگر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

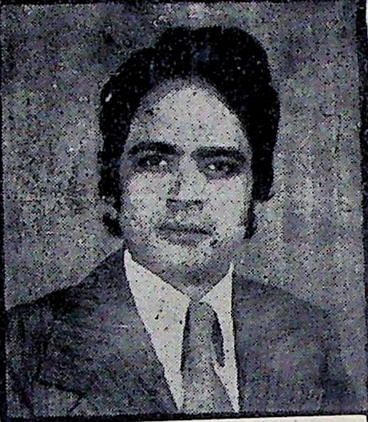

اس ناول کی فضا میں وادی گلپوش کے ان علاقوں کی بھینی بھینی مہک ہے جو پہاڑی کہلاتے ہیں۔ جان محمد آزاد نے ان علاقوں میں رہنے والے سادہ لوح لوگوں کی سماجی زندگی کا بغور مشاہدہ کیا ہے ان کے مسائل کی روح کو پہچان لیا ہے لہذا ان کے ناول میں گیارہ ہزار فٹ کی بلندی پر چناروں کے سائے نظر نہیں آتے اور نا ہی گلمرگ میں جہلم بہتا ہے۔ ان کے اس ناول میں فقط نرگس کے پھول اور نیلی جھیلیں ہی نہیں بلکہ اس جنت کے حسین چہرے پر موجود داغوں اور زخموں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ جان محمد آزاد نے کشمیر اور اس کی روح کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور عکاسی دل میں تیر کی طرح اترنے والی روحانی اسلوب میں کی ہے۔ ان کے یہاں بیان کی سادگی ہے۔ زبان صاف اور دھلی دھلی سی ہے۔

● عمر مجید

جان محمد آزاد نے اس کہانی کو پہاڑوں، جنگلوں اور وادیوں کے بدلتے موسموں کے متنوع رنگوں، سایوں اور روشنیوں میں تحلیل کر کے اس کی شعری تعبیر کی ہے۔ آزاد صاحب نے تخیل آرائی، منظر نگاری، جذباتی کیفیت کی مصوری اور زبان و بیان کی حسن کاری کے ذریعے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بین ثبوت فراہم کیا ہے۔

● ڈاکٹر حامدی کاشمیری

مصنف کی کاوش کو اس بنا پر اچھا ناول قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس میں زندگی کی دہشت ناکی کی بجائے رومانی آرزومندی کے دلکش رنگوں کی قوس قزح دیکھنے کو ملتی ہے۔ آزاد صاحب کا اسلوب موزوں بھی ہے اور دلنشین بھی۔ آپ نے جو کچھ کہنا چاہا ہے سیدھے اور پرخلوص لہجے میں کہا ہے۔

● ڈاکٹر [illegible]

جان محمد آزاد کی تحریریں اپنے وطن کے اپنے لوگوں کے گرد گھومتی ہیں۔ اس ناول کے ہر صفحے میں اپنی مقامی زندگی کی ایک صاف جھلک نظر آتی ہے کشمیر کے ادبی افق پر گذشتہ عشرے میں کئی نئے ستارے نمودار ہوئے تھے جن میں سے بیشتر ستارے ڈوب چکے ہیں چند ابھی ٹمٹما رہے ہیں اور چند ایک ایسے بھی ہیں جن کے سورج اور چاند بننے کی امید کی جاسکتی ہے۔ میں جان محمد آزاد کو آخرالذکر ستاروں میں سمجھتا ہوں

یوسف جمیل

شہباز کے ساتھ پہاڑی سفر کرتے ہوئے پڑھنے والا یہی تاثر لیتا ہے کہ ہر موکھ کی اونچی چوٹیاں اس کی ہمسفر ہیں پوری کائنات چل رہی ہے کشمیر کی ان دور دراز وادیوں میں کس طرح خود غرضی اور بے حیائی باہر آتی ہے شہروں کے ٹھیکیدار کس طرح سادہ لوگوں کا استحصال کرتے ہیں اس ناول میں اس طرف خوب اشارے کئے گئے ہیں۔

● ڈاکٹر محمد زمان آزردہ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

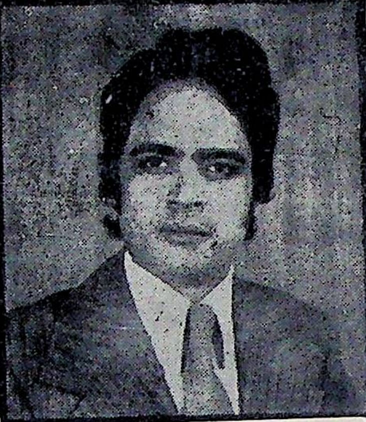

اس ناول کی فضا میں وادی گلپوش کے
ان علاقوں کی بھینی بھینی مہک ہے جو پہاڑی
کہلاتے ہیں۔ جان محمد آزاد نے ان
علاقوں میں رہنے والے سادہ لوح
لوگوں کی سماجی زندگی کا بغور مشاہدہ کیا ہے
ان کے مسائل کی روح کو پہچان لیا ہے لہذا
ان کے ناول میں گیارہ ہزار فٹ کی بلندی پر
چناروں کے سایے نظر نہیں آتے اور نا ہی گلمرگ میں
جہلم بہتا ہے۔ ان کے اس ناول میں فقط نرگس کے
پھول اور نیلی جھیلیں ہی نہیں بلکہ اس جنت کے حسین چہرے
پر موجود داغوں اور زخموں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ جان
محمد آزاد نے کشمیر اور اس کی روح کو بہت قریب سے
دیکھا ہے اور عکاسی دل میں تیر کی طرح اترنے والی
روحانی اسلوب میں کی ہے۔ ان کے یہاں بیان کی
سادگی ہے۔ زبان صاف اور ڈھلی ڈھلی سی ہے۔

● عمر مجید

جان محمد آزاد نے اس کہانی کو
پہاڑوں، جنگلوں اور وادیوں کے بدلتے موسموں کے
متنوع رنگوں، سایوں اور دردوں [دشتوں] میں تحلیل
کر کے اس کی شعری تعبیر کی ہے۔ آزاد صاحب نے
تخیل آرائی، منظر نگاری، جذباتی کیفیت کی مصوری
اور زبان و بیان کی حسن کاری کے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بین
ثبوت فراہم کیا ہے۔

● ڈاکٹر حامدی کاشمیری

مصنف کی کاوش کو اس
بنا پر سراہا جا سکتا
ہے کہ اس میں زندگی کی دہشت ناکی
کی بجائے رومانی آرزو مندی کے دلکش رنگوں
کی قوس قزح دیکھنے کو ملتی ہے۔ آزاد صاحب کا
اسلوب موزوں بھی ہے اور دلنشین بھی۔ آپ نے جو کچھ کہنا چاہا
ہے بسیدھے اور پرخلوص لہجے میں کہا ہے۔

● ڈاکٹر [illegible]

جان محمد آزاد کی تحریریں
اپنے وطن کے اپنے لوگوں کے گرد گھومتی ہیں۔ اس ناول کے پڑھنے سے
میں اپنی مقامی زندگی کی ایک صاف جھلک نظر آتی ہے کشمیر
کے ادبی افق پر گزشتہ عرصے میں کئی نئے ستارے نمودار ہوئے
تھے جن میں سے بیشتر ستارے ڈوب چکے ہیں چند
ابھی ٹمٹما رہے ہیں اور چند ایک ایسے بھی ہیں
جن کے سورج اور چاند بننے کی امید کی
جا سکتی ہے۔ میں جان محمد آزاد کو
انشاء اللہ کو ستاروں میں سمجھتا ہوں

یوسف جمیل

شہباز کے ساتھ
پہاڑی سفر کرتے ہوئے
پڑھنے والا یہی تاثر لیتا ہے کہ ہر موکھ کی اونچی
چوٹیاں اس کی ہمسفر ہیں پوری کائنات چل رہی ہے کشمیر کی ان
دور دراز وادیوں میں کس طرح خود غرضی اور بے حیائی بار آتی
ہے شہروں کے ٹھیکیدار کس طرح سادہ لوگوں کا استحصال کرتے ہیں
اس ناول میں اس طرف خوب اشارے کئے گئے ہیں۔

● ڈاکٹر محمد زمان آزردہ